فتنۂ مودودیت

جس میں جماعت اسلامی کے امیر اور اُس کے بانی
ابوالاعلیٰ مودودی کی دینی تحریفات اور تلبیسات کا
بھرپور جائزہ لیا گیا ہے

از قلم:

شیخ الحدیث حضرت مولانا الحاج محمد زکریا صاحب زاد مجدہ

مقدمہ اور حواشی

محمد شاہد سہارنپوری

ناشر
کتب خانہ مظہری ۴-جی-۱/۴ ناظم آباد کراچی ۱۸

فتنۂ مودودیت

جسمیں جماعتِ اسلامی کے امیر اور اسکے بانی سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کی دینی تحریفات اور تلبیسات کا بھرپور جائزہ لیا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ وہ اپنی تحریرات اور تصانیف کے ذریعہ مسلمانوں کو جس چیز کی دعوت دیتے ہیں وہ کس قدر گمراہ کن اور غلط ہے"

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا الحاج محمد زکریا صاحب زادہ مجدہ

مقدمہ ـــ اور ـــ حواشی

محمد شاہد سہارنپوری، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

کتب خانہ مظہری ۳-جی ۲/۱ ناظم آباد۔ کراچی ۱۸

فون نمبر ۶۱۴۳۴۹۱

نام کتاب ـــــــ فتنۂ مودودیت

تالیف ـــــــ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

مقدمہ اور حواشی ـــــ محمد شاہد سہارنپوری

سنۂ طباعت ــ ۱۹۷۶ء

پہلی بار ـــــ ایک ہزار

دوسری بار ـــــ ایک ہزار

مطبوعہ ـــــ ناظر پرنٹنگ پریس۔ کراچی

نوٹ:۔ عبارتوں کے اوپر جو نمبر حواشی کے لگے ہوئے ہیں اس کو کتاب کے صفحہ نمبر ۱۵۱ تا ۱۸۲ پر دیکھئے۔

کتب خانہ مظہری ۴۔جی ۱/۲ ناظم آباد۔ کراچی ۱۸

فون نمبر ۶۱۴۴۹۱

قیمت:۔ ۸ روپے ۵۰ پیسے

8—50

فہرست مضامین

مقدمہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور ان شہرہ آفاق دینی درسگاہوں سے دو عظیم الشان اسلامی و مذہبی درسگاہیں مانی جاتی ہیں جنہوں نے نابغۂ روزگار شخصیتوں کو پیدا کیا اور ایسی عہد آفریں اور تاریخ ساز جماعت میدان میں لاکر کھڑی کردی جنہوں نے درس و تدریس، تحریر و تقریر، تزکیہ و تربیت، دعوت و تبلیغ، وعظ و ارشاد سے اسلام کی خدمت کی اور اس کی پاسبانی کے فرائض انجام دیئے۔ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنہ کی سرکوبی کو انھوں نے اپنا اہم اور مقدس فریضہ جانا اور جب تک اپنے فریضہ سے سبکدوش نہ ہوگئے بے چین اور مضطرب رہے"۔

منکرین حدیث ہوں یا منکرین ختم نبوت، نظریۂ دو قرآن پر ایمان رکھنے والے ہوں یا تجدد زدہ اور عقل پرست، فتنۂ قادنیت ہو یا نیچریت، رضاخانیت ہو یا چکڑالویت، فتنۂ خاکساریت ہو یا مودودیت ان میں سے کسی بھی "فتنۂ عیار" کو لے لیجئے اکابر دیوبند اس کے قلع قمع کرنے میں اور اس کی شہ رگ پر نشتر زنی کرنے میں پیش پیش ملیں گے۔ سکر اللہ تعالیٰ مساعیہم

اگر دارالعلوم دیوبند میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، امام العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری حضرت مولانا شبیر احمد صاحب

عثمانی، مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری ، مولانا اعزاز علی صاحب،
امروہوی، حکیم الاسلام مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب زادہ مجدہٗ،
وغیرہ وغیرہ جیسے ممتاز اور یگانۂ روزگار حضرات ان باطل تحریکوں اور ان کے
زہریلے اثرات سے مسلمانوں کو خبردار کرتے ہوئے ملیں گے تو مدرسہ
مظاہر علوم سہارنپور میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی حضرت
مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری، حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا
صاحب زادہ مجدہٗ، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب مناظر اسلام حضرت
مولانا محمد اسعد اللہ صاحب زادہ مجدہٗ، حضرت مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب
گنگوہی حضرت مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب جیسے باکمال اور ممتاز اہل علم
وفضل حضرات ان تحریکات کے خلاف صف بستہ ملیں گے۔

تحریری میدان میں یہ حضرات کتنا عمدہ اور بہترین سرمایہ اپنے اخلاف
کو دے گئے۔ اس کا ہلکا سا اندازہ کتابوں کی اس نا تمام فہرست سے ہو سکتا ہے۔

التصریح بما تواتر فی نزول المسیح، اکفار الملحدین، عقیدۃ الاسلام فی
حیات عیسیٰ السلام، نظریۂ دو قرآن پر ایک نظر، سائنس اور اسلام، التشبہ
فی الاسلام، اصول دعوت اسلام، مقالات طیبات، عالمی مذہب، علم غیب
اسلامی آزادی، مسئلہ تقدیر، اسلام اور مغربی تہذیب، حدیث رسول کا
قرآنی معیار، اجتہاد اور تقلید، فطری حکومت، ہدایات الرشید الی
افحام العنید، مطرقۃ الکرامہ علی مرآۃ الامامہ، تنشیط الآذان فی تحقیق محل
الاذان، المہند علی المفند، براہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ،

عقائد علمائے دیوبند، مشرق کا اسلام، دفع الالحاد عن حکم الارتداد، تنویر البصائر فی تزویج الصغائر، تکمیل العرفان فی شرح حفظ الایمان، فتنۂ ارتداد اور مسلمانوں کا فرض، قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم اور تحریک جماعت اسلامی (مودودیت) کی تردید میں، اعفاء اللحیۃ، مسلمان اگرچہ بے عمل ہو مگر اسلام سے خارج نہیں، مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت، ایمان وعمل مکتوب ہدایت، استفتائے ضروری، کلام طیب، دار العلوم کے ایک فتوے کی حقیقت، کشف حقیقت یعنی تحریک مودودیت اپنے اصلی رنگ میں، تنقید اور جماعت اسلامی، مودودی جماعت کے عقیدہ تنقید پر تبصرہ، مسئلہ تقلید اور جماعت اسلامی، فتوی منجانب مظاہر علوم سہارنپور وغیرہ کتابیں لکھی گئیں۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتب ہیں جو اس موضوع پر علمائے دیوبند نے لکھیں۔ زیر نظر کتاب بھی اس مذکورہ بالا سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ یہ کتاب در اصل حضرت شیخ زادہ مجدہٗ کا ایک نجی مکتوب ہے جو ۱۳۷۰ھ میں لکھا گیا تھا وہ کیا عوامل اور محرکات تھے جن کی بنا پر یہ مکتوب لکھا گیا اس کی ایک تاریخ ہے وہ یہ کہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے ایک قدیمی استاذ جماعت اسلامی سے متاثر ہو کر اس کے پرجوش داعی اور مبلغ بنے۔ وہ اگرچہ بعض مسائل میں اس سے اتفاق نہیں رکھتے تھے مگر علی الاعلان اس کی تغلیط اور تردید بھی نہیں کرتے تھے۔ اس لئے اس عدم اتفاق کی نہ ارباب مدرسہ کی نگاہ میں کوئی اہمیت تھی اور نہ ہی شہری عوام میں کوئی وقعت۔

ان کی جانب سے مختلف مجالس میں اس تحریک کی تائید تصویب اور

شرکت کی دعوت بھی چلتی تھی۔ فتنہ کے اسباق میں علی الاعلان مودودی صاحب کے اجتہادات سنائے جاتے، ان کی حمایت کی جاتی اور ائمہ کرام کے اقوال پر ان کو ترجیح ملتی، نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتاب القضاء پڑھاتے وقت مجتہد ہونے کی شرائط اور اجتہاد کا دروازہ بند ہو جانے کے خلاف زوردار تقریر کی اور اپنے زمانے میں اس کی شدید ضرورت کا احساس دلایا۔

ابتداءً مظاہر کے طلبہ کو یہ انوکھے مسائل حلق سے اتارنے مشکل ہو گئے اور پھر وہی ہوا جو عام طور سے اس قسم کے مواقع میں ہوا کرتا ہے کہ طلبا کی دو جماعتیں بن گئیں۔ ایک نے ان کی تصویب کی دوسری نے تردید، باہمی مناظرے مجادلے ہونے لگے، پھر نزاع اور سخت کلامی تک نوبت آئی، گمنام خطوط لکھ کر ارباب اہتمام کو مشوش کیا گیا۔

وہ چونکہ مظاہر کے قدیمی استاذ تھے، اونچی کتابوں کا درس دیا کرتے تھے اور اپنے مواعظ اور تقاریر کی وجہ سے اچھے خاصے مشہور ہو گئے تھے اس لئے جماعت اسلامی کے اجتماعات میں شریک ہونے پر (جس کا وہ بڑا اہتمام کیا کرتے تھے) عام دیکھنے والے ان کو مدرسہ مظاہر علوم کا نمائندہ سمجھتے اور یہ تاثر لیتے کہ علمائے مظاہر اور اس تحریک کے کارکن ایک ہی مسلک رکھتے ہیں اور ایک ہی انداز فکر۔ جماعت اسلامی سہارنپور خود بھی شد و مد سے اس کا پروپیگنڈہ کرتی تھی کہ علمائے مظاہر بالکلیہ ہمارے ساتھ ہیں کوئی اختلاف نہیں رکھتے۔

حد یہ ہے کہ جب مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب کا "تالیف کردہ

رسالہ "کشفِ حقیقت" طبع ہوا تو ان حضرات نے لوگوں کی نگاہ سے اس کی اہمیت یہ کہہ کر گرانی چاہی تھی کہ "یہ تنہا قاری سعید احمد صاحب کی اپنی رائے اور اپنا خیال ہے۔ مظاہر والے ان کے اس فتوے سے متفق نہیں ہیں بلکہ وہ ہمارے ہی ساتھ ہیں"۔

جماعت کے ہونے والے ان اجتماعات کی تفاصیل جب اخبارات میں شائع ہوتیں تو اس میں مولانا موصوف کی شرکت کی اطلاع اکثر و بیشتر اس عنوان سے دی جاتی۔ مظاہر علوم سہارنپور کی طرف سے مولانا کی شرکت" بعض مرتبہ یہ خبر ان الفاظ سے شائع ہوجاتی کہ "مظاہر علوم سہارنپور کی جانب سے شیخ التفسیر مولانا صاحب کی شرکت" اشتراک رسمی کی وجہ سے بسا اوقات مغالطہ ہوجاتا اور اس کو حضرت شیخ زادہ مجدہٗ کی شرکت تصور کیا جاتا۔

تنہا یہی ایک چیز مظاہر کے لئے ناقابل برداشت بنی ہوئی تھی کہ اس پر مزید اضافہ یہ ہوا کہ مختلف مقامات اور اضلاع سے اور شہر کے مختلف حلقوں سے موصوف کے مدرسہ سے سبکدوش کئے جانے پر اصرار شروع ہوا اور ہر محلہ سے بیسیوں دستخطوں پر مشتمل درخواستیں آنے لگیں۔ اس پر بھی زور دیا جانے لگا کہ مدرسہ مودودیت کے سلسلہ میں اپنا مسلک صاف اور واضح کرے۔

اس نئی صورت حال کے پیدا ہونے پر پچیس جمادی الاول ۱۳۷۰ھ یکشنبہ کی صبح کو مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ منعقد ہوئی جس کے ارکان یہ تھے۔

حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب ناظمِ مدرسہ حضرت شیخ زادہ مجدہٗ

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ، مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب ، مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی ، مولانا الحاج اکرام الحسن صاحب ،

ان حضرات نے اجتماعی طور سے یہ قرار دادیں پاس کیں۔

(۱) مدرسہ مظاہر علوم تحریک جماعت اسلامی سے بالکل الگ ہے ، طلبہ کو جماعت کی کتابیں دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

(۲) طلبہ کا ایک اجتماع ہو جس میں اپنی یہ قرار داد سنائی جائے۔ چنانچہ اسی تاریخ میں شام کو دار الحدیث میں جلسہ ہوا ، مولانا الحاج عبد اللطیف صاحب ، مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب ، مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب نے تقریریں کیں اور طلبہ کو اس سے یکسو رہنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ جو طلبہ اس تحریک میں حصہ لے رہے ہیں ان کو مدرسہ کے چندہ سے انتفاع جائز نہیں۔

(۳) مولانا سے گفتگو کی جائے ممکن ہے افہام تفہیم سے کوئی مفید حل نکل آئے اور وہ اپنی رائے پر نظر ثانی کرلیں۔

چنانچہ ذمہ داران مدرسہ نے صدق و اخلاص سے بھرپور کوشش شروع کی۔ اور درخواست کی کہ مولانا موصوف اپنی حمایت سے بمصالح مدرسہ دست بردار ہو جائیں اور ان کے مجامع میں شرکت سے قطعی پہلوتہی کر کے یکسو ہو جائیں ، مگر مولانا آخر تک اس پر رضامند نہ ہوئے اور صاف کہدیا کہ جماعت تو اب چھوٹ نہیں سکتی ، مسائل میں ہمیشہ اختلاف ہوتا چلا آیا ہے کیا وجہ ہے کہ مدرسہ میں باطل چیزوں (مسلم لیگ ، کانگریس) کے

خلاف کبھی ایسا ز ور نہیں ہوا۔

ایک موقعہ پر موصوف نے یہ فرمایا کہ میں اس سلسلہ میں تین آدمیوں سے بات چیت کر سکتا ہوں، کسی چوتھے سے نہیں کر سکتا۔ ان میں پہلے نمبر پر حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب، دوسرے نمبر پر حضرت شیخ زاد مجدہ اور تیسرے نمبر پر مولانا منظور احمد صاحب استاذ مظاہر تھے۔ مدرسہ کے انتظامی افراد نے رجو ہر وقت مصالحت اور مفاہمت کی تلاش میں تھے، اس موقعہ کو غنیمت جانا۔ اور مولانا عبد اللطیف صاحب ناظم مدرسہ کا انتخاب کر دیا۔ چنانچہ حضرت ناظم صاحب نے ایک نجی مجلس میں بہت دیر تک اس موضوع پر گفتگو کی۔ مختلف پہلوؤں سے معاملہ کی نوعیت سمجھائی۔ آخر میں محبت سے مغلوب ہو کر یہ فرمایا کہ مولانا کسی کے نظریات کو زبردستی نہیں بدلا جا سکتا اور نہ ہی میں آپ کو اس پر مجبور کرتا ہوں، مگر اتنی درخواست ضرور کروں گا کہ اس کا پرچار طلبہ میں مت کریں۔ آپ اپنی تائید کو اپنی ذات تک محدود رکھیں کیونکہ طلبہ ہمارے پاس امانت ہیں۔ ہم ان کے ذہنوں کا بگڑنا برداشت نہیں کر سکتے۔

اس طویل ملاقات کا نتیجہ صرف یہ نکلا کہ مولانا نے یہ کہہ دیا کہ مجھ پر غلط دباؤ ڈالا گیا۔

تقریری صورت سے مایوس ہو کر تحریری طریقہ اپنایا گیا اور اسکے لئے حضرت شیخ منتخب ہوئے۔ انھوں نے مکتوب کی شکل میں (دیہ پیش نظر) طویل مضمون تحریر فرماتے ہوئے مودودی صاحب کی چند موٹی موٹی اور

بنیادی غلطیوں کی نشاندہی فرمائی۔ وہ جو انداز اپنے ماننے والوں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں اس کے عواقب و نتائج سے باخبر کیا مگر کوئی نتیجہ خاطر خواہ برآمد نہ ہوسکا ماکل ما یتمنی المرء یدرکہ

اب جب کہ تمام راستے مسدود ہوچکے تھے اور مفاہمت کا ہر طریقہ اپنایا جاچکا تھا اور وہ بے اثر ثابت ہوچکا تھا۔ اس لئے مدرسہ کے ذمہ داران نے موصوف کو مظاہر کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس میں حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہ کے عتاب کو بھی خاص دخل تھا جو اہل مدرسہ پر ہوا۔

بہر حال مظاہر کو داخلی و خارجی فتنوں سے محفوظ رکھنے کی خاطر مورخہ چھ ۶ رمضان المبارک سنہ ۱۳۷۰ھ مطابق بارہ ۱۲ جون سنہ ۱۹۵۱ء بروز سہ شنبہ اپنے فیصلہ کو عملی جامہ پہنا دیا اور موصوف کو ان کے علیحدہ کردیئے جانے کی اطلاع کردی گئی۔ تیرہ ۱۳ رمضان کو موصوف نے اس کو قبول کرلینے کی اطلاع مظاہر میں بھیجدی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مظاہر کے تمام ذمہ دار حضرات مدرسے سے اتنا قدیمی تعلق رکھنے والے کو ہرگز جدا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اور سب ہی اپنے اس فیصلے پر نہایت غمگین اداس اور رنجیدہ تھے علیحدگی کے اطلاع نامہ پر ناظم صاحب کی طرف سے جہاں بہت سے حسرت اور رنج آمیز جملے لکھے ہوئے تھے وہیں یہ بھی لکھا ہوا تھا وانا بفراقک لمحزونون یا۔ مگر جن حالات میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا ان کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔

مولانا کی آخری علالت کا سلسلہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۷۰ھ سے شروع

ہوگیا تھا۔عرق النساء کی شکایت کے ساتھ ساتھ بخار اور بواسیر کی تکلیف بھی روز افزوں ہورہی تھی۔ بالآخر ستره ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ مطابق اکیس ۲۱ اگست ۱۹۵۱ء سہ شنبہ کی شب میں گیارہ ۱۱ بجے انتقال ہوا۔غسل دینے والوں میں حضرت شیخ زادمجدہٗ بھی شامل تھے۔ حضرت شیخ ہی نے نماز جنازہ پڑھائی اور دوپہر کے وقت قبرستان حاجی شاہ میں تدفین عمل میں آئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

علالت کے دوران مظاہر علوم کے تمامی اساتذہ، ذمہ دار حضرات بالخصوص حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، حضرت شیخ زادمجدہٗ بغرض عیادت جاتے رہے، علاج اور مشوروں میں شریک رہے۔ اس سب کے باوجود انتقال کے بعد جب مظاہر کی ایک معزز اور باحیثیت شخصیت نے تجہیز وتکفین کا وقت دریافت کیا تو مولانا (جو آج کل جماعت کے ایک ذمہ دار آدمی مانے جاتے ہیں) نے یہ کہہ کر وقت بتلانے سے انکار کر دیا کہ مولانا! کہاں ہو؟ یہ جنازہ ایسا نہیں جسے ہر کس وناکس ہاتھ لگائے۔ مخصوص حضرات ہی بس اسے ہاتھ لگا سکیں گے۔

وفات سے تیسرے روز مولوی ابواللیث صاحب، مولوی صدر الدین اصلاحی وغیرہ پانچ رفقاء تعزیت کی غرض سے آئے۔ ان حضرات کا قیام کسی اور جگہ پر رہا۔ روانگی کے دن صبح کی چائے کی دعوت حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب زادمجدہٗ کے یہاں ہوئی۔

یہ ہے اس مکتوب کا تاریخی پس منظر اور وجہ تالیف۔

حضرت شیخ زاد مجدہٗ کے دوسرے مسودات کی طرح یہ مسودہ بھی غیر مطبوعہ شکل میں محفوظ تھا حضرت شیخ زاد مجدہٗ پر اس زمانے میں بھی اسکی طباعت پر زور دیا گیا، مگر حضرت شیخ اس کی طباعت پر راضی نہ ہوئے۔ یہ کہہ کر انکار فرماتے رہے کہ یہ تو ایک نجی مکتوب تھا جو مرحوم کے غور کرنے کے لئے لکھا گیا تھا مگر نوشتِ تقدیر میں جو وقت اس کی طباعت اور عام اشاعت کا مقرر تھا وہ آگیا اور احباب و متعلقین کا مجھ پر اصرار ہوا کہ اس کو شائع کر دینا چاہیے چنانچہ بفضلِ خدا اس کو طبع کیا جا رہا ہے۔

یہ مسودہ مکمل تھا مضمون کے اعتبار سے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا، البتہ نظرِ ثانی کے موقعہ پر چند چیزوں کی رعایت ضرور کی گئی ہے۔

(۱) کتاب میں ذکر کردہ آیات قرآنیہ اور بہت سی احادیث نبویہ کے نہ ترجمے تھے اور نہ ہی کوئی توضیح و تشریح، اور ان دونوں حضرات کے لئے اس کی کچھ ضرورت بھی نہیں تھی۔ کیونکہ ایک طرف اس خط کے کاتب اگر شیخ الحدیث تھے تو دوسری طرف مکتوب الیہ شیخ التفسیر تھے۔ مگر چونکہ طباعت کے بعد یہ کتاب ہر شخص کے ہاتھوں میں جائے گی اس لئے آیات و احادیث کا ترجمہ مستقل حواشی میں لکھ دیا گیا اور اس کی تشریح کر دی گئی۔ قرآنی آیات کا ترجمہ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور احادیث کا ترجمہ تھوڑے سے تغیر لفظی کے ساتھ مظاہر حق سے لیا گیا ہے۔

قرآن پاک اور احادیث نبویہ کے تراجم آئے دن ہو رہے ہیں۔ اور ان کی افادیت و ضرورت سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مگر کاتب السطور کو اپنے

اکابر و مشائخ رحمہم اللہ کے تراجم میں جو لطف و سرور محسوس ہوتا ہے وہ کہیں
اور نہیں ملتا۔ اثر تحریر بقدر اخلاص کے تو آپ بھی قائل ہوں گے ؟"

(۲) مودودی صاحب کی جن تالیفات کے اقتباسات نقل کئے گئے ہیں
ان کی اصل سے مراجعت کر لی گئی۔

(۳) یہ مضمون مسلسل تھا کوئی عنوان کسی قسم کا اس میں نہیں تھا، اس لئے
نظر ثانی کے موقعہ پر عنوانات قائم کر دیئے گئے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ یہ مضمون تقریباً پچیس[۲۵] سال قبل کا لکھا
ہوا ہے۔ ادھر وہ کتابیں جن کے اقتباسات اس کتاب میں لئے گئے ہیں چھوٹے
بڑے مختلف سائزوں میں طبع ہوئی ہونگی۔ اس لئے تالیف کے وقت مصنف
کے سامنے جس کتاب کا جو بھی نسخہ رہا ہے۔ اس کی طباعت اور مقام اشاعت
کی نشاندہی کی جاتی ہے تاکہ جو حضرات اپنے طور پر اصل سے مراجعت کرنا چاہیں
وہ تغیر صفحات کی وجہ سے غلط تاثر نہ قائم کریں۔

(۱) تنقیحات۔ شائع کردہ مکتبہ جماعت اسلامی غریب خانہ گوشہ محل
حیدرآباد، سنۂ طباعت ماہِ جون ۱۹۴۹ء

(۲) تفہیمات، شائع کردہ مکتبہ جماعت اسلامی ۵ اے ذیلدار پارک
لاہور۔

(۳) خطبات، مکتبہ جماعت اسلامی دارالاسلام جمالپور، پٹھانکوٹ
پنجاب۔

(۴) تجدید و احیائے دین۔ مکتبہ جماعت اسلامی، پٹھان کوٹ

(۵) اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر : شائع کردہ مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی ۶ "

(۶) مسئلہ قومیت : مرکزی مکتبہ جماعتِ اسلامی ہند ۔ سوئی والان دہلی ۔ شائع شدہ ۱۹۶۲ء "

مقدمہ نگار نے اپنے قارئین کا بہت سا وقت لے لیا ۔ اب وہ درمیان سے ہٹتا ہے اور کتاب کے مطالعہ کے لئے موقعہ فراہم کرتا ہے !

بندہ محمد شاہد غفرلہٗ

سہارنپور

یکم جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ

مطابق ۱۲ر جون ۱۹۷۵ء

لہ ہمیں تحقیقی طور سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ تالیف کے وقت حضرت مصنف زاد مجدہٗ کے سامنے یہ دو کتابیں (اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر، مسئلہ قومیت کس مکتبہ کی طبع شدہ تھیں اور کس سنہ میں وہ طبع ہوئی تھیں اس لئے بدرجۂ مجبوری بعد کے طبع شدہ ایڈیشن سے عبارت کا مقابلہ کر کے اسی کا حوالہ دیدیا گیا !

شاہد غفرلہٗ

تقریظ

از حضرت مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی زاد مجدہ صدر مفتی دار العلوم دیوبند، وحضرت الحاج مولانا سیّد محمد اسعد صاحب مدنی زاد مجدہ۔ صدر جمعیۃ علماء ہند

(۱) الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

امابعد۔ رسالہ مبارکہ "فتنۂ مودودیت" حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی تالیف ایک خصوصی اور مختصر خط ہونے کے باوجود اہل علم و اہل دین حضرات کے لئے مشعلِ راہ ہے جس کی روشنی میں اس تحریک کی ضلالت اپنے خدوخال کے ساتھ بے نقاب ہوکر سامنے آجاتی ہے اور پھر اس کا روپہلا اور سنہرا رنگ کسی مخلص مومن کے قلب و نظر کو اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب نہیں ہوگا۔

جن حضرات کے پاس اس تحریک کے زہریلے اثرات سے واقف ہونے کیلئے طویل مطالعہ کا وقت نہیں یا وہ اس کو اصولِ اسلام پر جانچنے کی استعداد نہیں رکھتے، یا ان کی نظر اس کی گمراہ کن بنیادوں کے ادراک سے قاصر ہے ان کو اس رسالہ کے ذریعہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کا راستہ بسہولت مل جائے گا۔

والتوفیق بید اللہ۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

احقر محمود عفی عنہ - دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور

(۲)

احقر حضرت مفتی صاحب کی حرف بحرف تائید کرتا ہے۔ مجھے خدا کی ذات سے قوی امید ہے کہ حضرت شیخ مدظلہ العالی کی یہ قیمتی تالیف اس فتنہ کو سمجھنے کے لئے اور اس کی خرابیوں سے مطلع ہونے کے لئے بہت کام رہے گی۔

حق تعالیٰ شانہ، عام مسلمانوں کے لئے اس کو نافع بنائے مفید فرمائے۔"

محمد اسعد غفرلہ،

۲ر جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ

مطابق ۱۳ر جون ۱۹۷۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم و محترم مولانا الحاج ـــــــ[۱] صاحب ہدانا اللہ وایاکم

بعد سلام مسنون

جب سے موجودہ کشمکش شروع ہوئی بلکہ اس سے پہلے بھی بار ہا دل چاہا کہ مودودی مسئلہ پر جناب سے گفتگو کروں مگر اپنی کم مایگی عدم فرصت سد راہ ہوتی رہی اس سورش کے زمانہ میں اور بھی زیادہ طبیعت پر تقاضا ہوا مگر جب بھی آپ کے علاوہ آپ کی جماعت کے بعض افراد کی طرف سے موثق روایات کے ساتھ یہ سنتا رہا کہ اس سورش کا مصدر[۲] یہی ناکارہ ہے تو ہمت پست ہوگئی اس لئے کہ جب کسی شخص کے متعلق یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ یہی حقیقی مخالف ہے تو اس کی بات پر غور کرنے سے پہلے ہی تکدر پیدا ہو جایا کرتا ہے۔

مگر اس وقت ایک روایت سے یہ معلوم ہوا کہ کسی موقعہ پر آپ نے یہ فرمایا کہ اس سلسلہ میں آپ صرف تین آدمیوں سے گفتگو کر سکتے ہیں حضرت ناظم[۳] صاحب، مولانا منظور[۴] احمد صاحب اور یہ ناکارہ تو بندہ نے حضرت ناظم صاحب سے درخواست کی

کہ وہ جناب سے تنہائی میں گفتگو فرمالیں، چنانچہ ۱۷ رجب ۰۷ھ
کی صبح کو حضرت موصوف نے جناب سے کوئی گفت گو بھی فرمائی
جس کی تفصیل تو معلوم نہیں مگر اجمالاً جو معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ
آپ نے اس کو دباؤ سمجھ کر قبول کرنے سے انکار فرما دیا حالانکہ
حضرت ناظم صاحب کے اور آپ کے جو انواع متعددہ کے تعلقات
تھے ان کے لحاظ سے اولاً تو وہ دباؤ تھا ہی نہیں اور اگر بالفرض
تھا بھی تو قابلِ قبول تھا نہ کہ قابلِ رد اس لیے کہ ہم لوگوں کی
نگاہ میں ان کی علمیت تقدس، تقویٰ، شیخیت، استاذیت
وغیرہ بہت سے اسباب اس کے موجب تھے کہ جناب اس کو
قبول فرمالیتے اگر حضرت عبداللہ بن مسعود اپنی تحقیق کے خلاف
حضرت عثمانؓ کے اتباع میں سفر میں بجائے دو کے چار رکعات
پڑھ سکتے ہیں۔ اور حضرت امام شافعیؒ ابوحنیفہ رحہ کے احترام
میں اپنی تحقیق کے خلاف کسی وقت رفع یدین چھوڑ سکتے ہیں
تو جناب کو اپنی ذاتی منفرد رائے کے خلاف حضرت ناظم
صاحب کی رائے کو جب کہ وہ اکابر کی رائے کے ساتھ
متفق ہو رہی ہے چھوڑنے میں کوئی اشکال نہ ہونا چاہیئے تھا
اور خود آپ کا اصول تو اس بارہ میں ہم لوگوں سے بھی
زیادہ شدید ہے کہ!

"معصیت میں بھی ایک حد تک اطاعت امیر کی جائے"

تفہیمات صـ ۲۸۳

اس کے بعد مجھے یہ خیال ہوا کہ زبانی گفتگو میں غور کا موقع
کم ملتا ہے اور بسا اوقات جو بات ذہن میں مرکوز ہو جاتی ہے،
اس کے خلاف گفتگو سے انقباض بھی ہو جاتا ہے اور اوّل ہی
وہلہ میں طبیعت اس کے رد کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اس سے
بہتر یہ ہے کہ میں اپنے خیالات کو مختصر طور پر تحریر کے ذریعے
خدمت میں پیش کر دوں۔ اگرچہ تحریر میں وہ تمام پہلو
نہیں آسکتے جو زبانی گفتگو میں سوال وجواب کی توضیحات
میں آسکتے ہیں کہ تحریر کا دامن بہرحال تنگ ہوتا ہے لیکن
یکسوئی اور ٹھنڈے دل سے غور کا موقع اس صورت میں لقیناً
زیادہ مل جاتا ہے۔ امید ہے کہ آپ یکسوئی اور طمانیت کے ساتھ
اس بے ربط تحریر کو غور سے ملاحظہ فرمائیں گے اور
جیسا کہ آپ کی جماعت کے ہونہاروں کی طرف سے بار بار یہ
خوش کن فقرے دہرائے جاتے ہیں کہ ہم شخصیت پرستی
سے بہت بالا ہیں ہم مودودی صاحب کو معصوم نہیں سمجھتے
ہم مودودی صاحب کے خلاف ہر اعتراض کو سننے اور اس پر
غور کرنے کے لئے تیار ہیں ہم اندھی تقلید نہیں کرتے جو
بات ان کی ہماری سمجھ میں نہ آئے گی ہم اس سے بخوشی
رجوع کر لیں گے وغیرہ وغیرہ، اُمید ہے کہ انھیں ضوابط

کے تحت میں اس معروضہ پر غور کیا جائے گا۔

جناب کو معلوم ہے کہ اپنے مشاغل کے ہجوم کی وجہ سے اب سے پہلے مجھے مودودی صاحب کی کتب کو کچھ زیادہ تفصیل سے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ سرسری طور سے کبھی کبھی کسی رسالہ میں کوئی مضمون دیکھ لیا۔ اس سرسری معلومات کے علاوہ میرے محترم مولانا ابوالحسن علی میاں اور مولانا منظور صاحب نعمانی سے تبادلۂ خیالات کی بنا پر جو خیال اس ناکارہ کا ہمیشہ سے مودودی صاحب کی کتب کے متعلق رہا وہ یہ تھا کہ عام دینداروں کو عربی طلبہ کو ان کا مطالعہ مناسب نہیں۔ انگریزی تعلیم یافتہ اور کالج کے طلبہ کے لئے ان کا مطالعہ بہت مفید ہے۔ جن لوگوں نے مجھے کبھی تقریراً یا تحریراً سوال کیا یہی مجمل جواب میں ان سے کہتا رہا اور دونوں نوع سے شخصی طور پہ جب کسی نے مشورہ اپنی ذات کے لیے کیا تو جس نوع سے اس کا تعلق ہوتا تھا اس کے موافق دیکھنے یا نہ دیکھنے کا مشورہ دیتا رہا۔ اس تفریق کا مبنیٰ بندہ کے ذہن میں یہ تھا کہ ان تحریرات کا محور دو چیزیں ہیں ایک وہ کافرانہ ملحدانہ نظریات جو آج کل کی سیاست اور تمدن میں روزافزوں ہیں۔ پہلے میرے خیال میں یہ تھا کہ ان کے خلاف مودودی صاحب کا قلم بہت شدت سے چلتا ہوگا اس لیے

کہ وہ صاحبِ قلم ہیں۔ اور ان کے نظریات والے بھی اصحابِ قلم ہیں
ان کے رد کے لئے ان سے زیادہ زوردار قلم کی ضرورت ہے۔
اور مودودی صاحب نے اسی شدت سے ان پر کلام کیا ہوگا
جن کے یہ مضامین مستحق ہیں مگر تحریرات کے پڑھنے کے بعد
مجھے اپنے اس تخیل میں کچھ پیچھے ہٹنا پڑا کہ جس شدت سے
رد کے وہ مضامین مستحق تھے مودودی صاحب کا قلم ان کے
خلاف چلتا تو ضرور ہے۔ اور یقیناً انھوں نے اُن کے خلاف بہت
کچھ لکھا مگر قلم کا زور بہت ہلکا رہا۔

دوسرے وہ مضامین جو مذہبیات بالخصوص اجتہاد و
تصوف اور اسلاف کی علمی تحقیقات کے متعلق ہیں ان کے متعلق
یہ تو مجھے معلوم تھا کہ مودودی صاحب ان کے خلاف ہیں مگر میرے
ذہن میں یہ نہیں تھا کہ ان کے خلاف جب مودودی صاحب
کا قلم چلتا ہے تو وہ اس قدر بے قابو ہو جاتا ہے کہ ان کے ذہن
میں یہی نہیں رہتا کہ میں کس کے خلاف قلم چلا رہا ہوں بمعلوم
نہیں آپ نے بھی کبھی اس طرف التفات فرمایا یا نہیں۔
اس کی طرف تو میں آگے چل کر آپ کی توجہ مبذول کراؤں گا۔
اس وقت تو مجھے یہ عرض کرنا تھا کہ بندہ کے مشورہ میں دو نوع
کے آدمیوں کے لئے کیوں فرق رہا اور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے
کہ پہلی قسم کے مضامین سے عام دیندار اور عمومی عربی طلبہ

ناواقف ہیں اور ان کو ان سے نہ مناسبت نہ دلچسپی اس لئے اس نوع کے مضامین تو ان کے لئے مدّ زائد اور ناقابل غور بن جاتے ہیں، دوسری قسم کے مضامین سے ان کو دلچسپی بھی ہوتی ہے۔ ان سے وہ متاثر بھی ہوتے ہیں اس لئے ان مضامین کے مضرات سے ان کو نفع کے بجائے کئی نوع کے نقصان پہنچ جاتے ہیں جن میں کا ادنیٰ درجہ اسلاف واکابر کی شان میں گستاخی ہے۔ اس قسم کے الفاظ سے آپ بھی بے خبر نہیں ہوں گے۔ مثلاً

حضرت عثمانؓ میں خلافت کی اہلیت نہ تھی مجھے معلوم نہیں ابوحنیفہؒ کوئی نیک آدمی تھا یا فاسق فاجر اس کے متعلق جو روایات نقل کی جاتی ہیں وہی کون سی قطعی ہیں۔

یہ بخاریؒ (شریف) کا بُت کب تک بغل میں دبائے پھروگے، وغیرہ وغیرہ،

کثیر الفاظ جن کو نقل کرنے سے بھی دل زخمی ہوتا ہے یہ الفاظ اب ایسے نہیں رہے جن کو یہ کہہ کر ٹال دیا جائے کہ روایات غلط پہنچتی ہیں۔ رسالہ ''زندگی'' اکتوبر ۴۹ء کا وہ مضمون جس کا قاری صاحب نے اپنے فتوے کے صفحہ ۲۸ پر حوالہ دیا ہے آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ اور یہ بھی

آپ نے اندازہ کر لیا ہو گا کہ امیر جماعت فی ہند نے جو جواب اس کا
مرحمت فرمایا اس میں سائل کے جذبات، استنکاف کی کچھ
تائید ہی کر دی، ایسی چیزوں کا یہ اثر ہے کہ جماعت کے افراد
میں بالعموم مقتدایان امت کا استخفاف روزافزوں ہے
اور اس پر وہ بجائے متأثر و متأسف ہونے کے فخر کرتے ہیں
کہ ہم شخصیت پرستی کے جذبے بالاتر ہیں آپ ہی سے
پوچھتا ہوں کیا یہ امور حضورؐ کے پاک ارشاد اَنْزِلُوا النَّاسَ
مَنَازِلَهُمْ کے خلاف نہیں۔ کیا اس قسم کی حرکات لَيْسَ مِنَّا
مَنْ لَّمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا میں داخل نہیں؟ ان ہی وجوہ سے
میں عربی طلبار کے لئے ان کتب کے مطالعہ کو مضر سمجھتا رہا مگر میرے
اس مشورہ کو یہ کہہ کر رد کر دیا جاتا کہ ایسے لٹریچر کو غور سے پڑھنے
کی نوبت نہیں آئی حالانکہ لٹریچر کی یہ ایسی معروف چیز تھی
جس میں کسی معمولی نظر والے کو تردد نہ ہونا چاہیئے تھا اور اس خیال
میں یہ ناکارہ تنہا نہ تھا بلکہ آپ کے سہارنپوری جماعت کے سب
افراد کو یہ معلوم تھا کہ ہم سب لوگ اسی خیال کے ہیں۔ پھر
بھی اب تک نہیں سمجھا کہ آپ کی جماعت کے نوعمروں کو کیا غلط
فہمی ہم لوگوں کے متعلق تھی جس کی وجہ سے وہ بار بار حضرت ناظم
صاحب سے یہ مطالبہ کرتے تھے کہ اگر ارباب مدرسہ ان کتب کو
طلبار کے لئے مضر سمجھتے ہیں تو وہ آخر اعلان کیوں نہیں کرتے، تمام سال

میں جب بھی شوریٰ میں اس سلسلہ کا کوئی تذکرہ آیا حضرت ناظم صاحب نے اس پر زور دیا کہ وہ لوگ خود بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر مدرسہ خلاف ہے تو کیوں اعلان نہیں کرتا اور میں ہر مرتبہ شدت سے اُس پر زور دیتا رہا کہ جب سب کو ہم لوگوں کا خیال معلوم ہے تو پھر کونسی ضرورت اعلان کی باقی رہی۔ مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب پچیس[۲۵] جمادی الاول کی شوریٰ میں جناب نے اپنی سادگی سے خود یہی تجویز پیش کر دی کہ طلبہ کو جمع کر کے ان کتب کے دیکھنے کو روک دیا جائے میں خود اس جلسہ میں موجود رہوں گا۔ جناب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مسائل میں اختلاف تو ہوا ہی کرتا ہے۔ مسائل میں ہم ان کے موافق نہیں ہیں۔ صرف تنظیم میں موافق ہیں۔ میں خود اپنے مجامع میں ان مسائل کے خلاف کہتا رہتا ہوں جن کو ہماری جماعت سے اختلاف ہے۔ جناب کے اس رویہ کو دیکھتے ہوئے مولانا اسعد اللہ صاحب نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ آپ خود ہی اس مضمون کی تقریر فرما دیں جس پر آپ نے گمنام اشتہاروں پر اپنے تاسف کا اظہار فرماتے ہوئے خود تقریر کرنے سے عذر کیا اور جلسہ میں خود موجود رہنے کو کافی بتایا۔ اس قرارداد پر شام کو دارالحدیث میں وہ اعلان ہوا پھر معلوم نہیں کیا اسباب ایسے پیش آئے جن کی وجہ سے چار ہی دن بعد جناب کو نواب نور الرحمٰن کے مکان میں بڑے شد و مد کے ساتھ اس اعلان والی تقاریر کی تردید فرمائی

پڑی جو کم از کم میری توقع کے بالکل خلاف تھی۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ جیسا کہ آپ نے ۲۵ جمادی الاولیٰ والے شوریٰ میں فرمایا ہے اس اجتماع میں جو آپ کی ہی جماعت کا ہے مودودی صاحب کے اُن مسائل پر جو ہمارے مسلک کے خلاف ہیں شدت سے انکار فرمائیں گے، مگر ہوا یہ کہ آپ نے ان تقاریر کی بڑی شدت سے تردید فرمائی جو خود آپ ہی کے مشورہ سے میری رائے کے خلاف قرار پائی تھیں اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے آپ جیسے ذی علم کی طرف سے یہ سُنا کہ مودودی صاحب کے اجتہاد کے سلسلہ میں آپ نے ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ صاحب کا تذکرہ بھی فرمایا، اس کے متعلق میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ مودودی صاحب کی اس تحریر ع کی طرف جناب کو متوجہ کردوں

ع مودودی صاحب کی وہ تحریر یہ ہے! ڈاکٹر صاحب نے سرسید اور مولوی عبداللہ چکڑالوی کے متعلق جو نوٹ لکھے ہیں وہ نظر ثانی کے محتاج ہیں اوّل تو ان دونوں حضرات کا ذکر مجدد صاحبؒ شاہ ولی اللہ صاحب شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور سید احمد بریلوی کے سلسلہ میں لانا یہ غلط فہمی پیدا کرتا ہے کہ گویا یہ بھی اسی سلسلہ کے آدمی ہیں، دشتان مابین ھٰؤلاء وھٰؤلاء، پھر سرسید کے کام کو اصلاح اور تنقید عالی کے الفاظ سے تعبیر کرنا اور یہ کہنا کہ مسلمانوں میں ان کے (باقی اگلے صفحہ پر)

جو انھوں نے ترجمان القرآن بابت ماہ شوال ۵۹ھ کے صفحہ ۳۸۸ پر اس شخص کے رد میں لکھی ہیں جس نے سرسید اور مولوی عبداللہ چکڑالوی کے تذکرہ میں مجدد صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب کا ذکر کر دیا تھا۔ مودودی صاحب کے ساتھ چاہے آپ کو کتنا ہی تعلق ہو مگر آپ جب ایک عالم کی حیثیت سے سامنے آرہے تھے تو آپ کو بے لاگ تبصرہ کرنا چاہیے تھا۔ ایسا نہ ہو کہ آپ بھی قرآن پاک پر ظلم کرنے والے بن جائیں۔

بقیہ صفحہ ۲۷ کا) بعد جتنی اہم مذہبی سیاسی، اجتماعی ادبی و تعلیمی تحریکیں اٹھی ہیں ان سب کا سررشتہ کسی نہ کسی طرح ان سے ملتا ہے۔ در اصل مبالغہ کی حد سے بھی متجاوز ہے۔ علیگڑھ کے تعلق کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو خواہ سرسید سے کتنی ہی ارادت ہو مگر جب وہ ایک مسلمان محقق کی حیثیت سے سامنے آرہے ہیں تو انھیں بے لاگ حق کا اظہار کرنا چاہیے سچ یہ ہے کہ ۵۷ء کے بعد سے اب تک جس قدر گمراہیاں مسلمانوں میں پیدا ہوئی ہیں ان سب کا شجرہ نسب بالواسطہ یا بلا واسطہ سرسید کی ذات تک پہنچتا ہے۔ وہ اس سرزمین میں تجدد کے امام اول تھے اور پوری قوم کا مزاج بگاڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ رہے مولوی عبداللہ چکڑالوی تو ان کو قرآن کا بڑا عالم کہنا قرآن پر ظلم ہے۔ ایک بھٹکا ہوا آدمی جس کے ذہن کا توازن بگڑا ہوا ہو علم قرآن کی دولت سے کچھ بہرہ نہیں پا سکتا۔

آپ کے اس اجتماع میں ہر شخص نے اس پر زور دیا کہ ان لوگوں کو لٹریچر پڑھنے کی تو نوبت نہیں آئی سنی سنائی باتوں پر حکم لگاتے ہیں اس نے مجھے بھی مجبور کیا اس لئے بہت سا وقت خرچ کر کے بہت غور سے لٹریچر کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور جتنا آگے بڑھتا جاتا تھا آپ پر اور صرف آپ پر میری حیرت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ مجھے اپنے ان دوستوں پر حیرت نہیں ہوئی جو اوّل ہی سے اجتہاد کے باب میں وسیع الخیال تھے یا تصوف سے کسی زمانہ میں نامانوس رہ چکے تھے۔ نہ ان نوعمروں پر تعجب ہوا جن کو دینیات میں زیادہ رسوخ پیدا نہیں ہوا تھا۔ لیکن آپ پر اس لئے زیادہ تعجب ہوا کہ میرے علم اور تجربے میں اب تک آپ دینیات میں راسخ تھے میری عقل حیران ہے کہ لٹریچر کے تجددات کو آپ کس طرح برداشت کر رہے ہیں ان سب پر تفصیلی رائے کے لئے تو بڑا وقت چاہیئے لیکن چند امور کی طرف میں آپ کی توجہ کو خصوصی طور پر مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

مودودی صاحب کی تفسیر بالرائے

میری نگاہ میں لٹریچر میں سب سے زیادہ سخت اور خطرناک چیز مودودی صاحب کی قرآن پاک کی تفسیر بالرائے ہے جس کے متعلق وہ اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ انھوں نے اس میں منقولات کی طرف التفات کی ضرورت نہیں سمجھی وہ اپنی تفسیر کی ابتدا میں لکھتے ہیں۔

"اس میں جس چیز کی کوشش میں نے کی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کو پڑھکر جو مفہوم میری سمجھ میں آتا ہے اور جو اثر میرے قلب پر پڑتا ہے۔ حتی الامکان جوں کا توں اپنی زبان میں منتقل کردوں۔ (ترجمان محرم ۶۱ھ صہ ۲)

اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ مودودی صاحب اس کو صرف اپنی ذات تک نہیں بلکہ اپنی ساری جماعت کو اسی نہج پر چلانا چاہتے ہیں۔ وہ تعلیم کا اصلاح کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

"اس طرز تعلیم کو بدلنا چاہیئے قرآن وسنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر وحدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں اُن کے پڑھانے والے ایسے ہونا چاہئیں جو قرآن وحدیث کے مغز کو پاچکے ہیں" تنقیحات صفحہ ۱۲۶

مولوی صاحب، ان الفاظ کو بہت غور وفکر سے پڑھئے اور سوچئے

کہ دین کہاں جارہا ہے اور وہ جماعت کہاں جائیگی جو تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے بچاکر لے جائی جائیگی۔

وہ اصلاحِ تعلیم ہی کے سلسلہ میں ایک دوسرے[۱۵] مضمون میں لکھتے ہیں۔

قرآن کے لئے کسی تفسیر کی حاجت نہیں ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے۔ جس نے قرآن کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا ہو۔ اور جو طرزِ جدید پر قرآن پڑھانے اور سمجھانے کی اہلیت رکھتا ہو وہ اپنے لکچروں سے انٹرمیڈیٹ میں طلبہ کے اندر قرآن فہمی کی ضروری استعداد پیدا کرے گا۔

(تنقیحات ص۲۱۲)

کیا اس قسم کے مضامین کو پڑھتے وقت ان احادیث کی طرف کبھی آپ کا ذہن منتقل نہیں ہوتا جن میں تفسیر بالرائے کی مذمت اور وعیدیں آئی ہیں مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَاْیِہٖ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ اور مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَاْیِہٖ فَاَصَابَ فَقَدْ اَخْطَأَ[۱۶] (مشکوٰۃ)

وہ تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے بے نیاز کرکے براہِ راست تدبّر فی القرآن کی ہر جگہ دعوت دیتے ہیں اور خود اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ

"یوں تو قرآن مجید کی آیات میں معنوی تحریف کرنے کی ہر

زمانہ میں کوششیں کی گئی ہیں اور ہر دور میں کج نظر لوگوں کا یہی شیوہ رہا ہے کہ کتاب الہٰی کے واضح ارشادات کو توڑ مروڑ کر اپنے نفس کی خواہشات یا اپنے دوستوں کے رجحانات ومطالبات کے مطابق ڈھالتے رہے ہیں (تفہیمات صـ ۱۸۲)

اب آپ ہی خیال فرمائیں کہ ان تحریفات سے اگر حفاظت کی کوئی صورت تھی تو وہ تفسیر وحدیث کے پرانے ذخیروں میں ہی تھی لیکن ان کو اب آپ دفن کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد آپ خود سوچیے کہ عند اللہ وعند الناس آپ پر اور اُن سب اہل حق پر (جن کی روادارانہ تائید سے مودودی صاحب کی تالیفات اور ان کی خودساختہ تفسیر قرآن لوگوں کے یہاں قابلِ اعتماد بن رہی ہے) کیا یہ ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کہ وہ یا علی رؤس الاشہاد اعلان کریں کہ ہمارے طرز عمل سے مودودی صاحب کی تفسیر کو کوئی صاحب حجت اور معتبر نہ مانیں یا پھر وہ ان کی آزادانہ تفسیر کو غور سے ملاحظہ کر کے بعد جہاں جہاں جمہور اہل حق سے انہوں نے خلاف کیا ہے ان پر تنبیہ کریں اور بتلائیں کہ ان مواقع میں جمہور اہل حق سے انکو اختلاف ہے جس طرح حضرت تھانوی قدس سرہ، نے دو رسالے اصلاح ترجمہ نذیریہ[15] اور اصلاح ترجمہ مرزا حیرت[16] تحریر فرمائے ہیں ورنہ آپ خود سوچ لیجئے کہ آپ کی اجمالی تائید سے ان کے سب مضامین کی آپ کی طرف سے توثیق ہوتی ہے اور ان میں قرآن پاک کی آیات کی وہ تفاسیر بھی شامل ہیں جن کی تفسیر موصوف نے جمہور کے خلاف اپنی آزادانہ رائے سے کی ہے۔

آپ حضرات کا اپنی تنہائیوں میں یہ کہدینا کہ ہم نے ان مضامین یا ان تفاسیر کی تائید نہیں کی ہرگز کافی نہیں جبکہ مجامع میں تقریر و تحریر سے آپ ان کی اور ان کے لٹریچر کی تائید اور تحسین فرماتے ہوں جو حقیقت میں توثیق و تصدیق ہے اور میری ناقص نگاہ میں اس کی زیادہ ذمہ داری آپ پر اور مولانا ابوالحسن علی ندوی زاد مجدہ پر خصوصیت سے عائد ہوتی ہے کہ آجکل علماء تفسیر میں آپ کا عام طور پر شمار ہے، آپ حضرات کی اجمالی تائید آپ کی طرف سے موصوف کی تفسیر کی دلالۃً توثیق و تصدیق ہے اور اس سے آپ دونوں انکار نہیں کر سکتے کہ ان کی تفسیر قرآن میں بہت سی جگہ جمہور کا خلاف کیا گیا ہے۔ ؎ : پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی۔

دوسرا بنیادی **مودودی صاحب کے نزدیک عبادت کا مفہوم**

اساسی اور کلی اختلاف عبادت کے مفہوم میں ہے۔ میرا خیال ہے کہ مودودی صاحب جو عبادت کا مفہوم بتلاتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ ہمارے خلاف ہے بلکہ دنیائے اسلام کے خلاف ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر اب تک عبادت کا مفہوم کسی کے نزدیک بھی یہ نہیں رہا جو مودودی صاحب تجویز کرتے ہیں اور نہ صرف دنیائے اسلام بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات کے بھی خلاف ہے اور یہ چیز ان کی تمام تالیفات میں بہت کثرت سے پائی جاتی ہے۔ معلوم نہیں آپ نے کبھی اس طرف التفات بھی فرمایا یا نہیں انہوں نے اپنے خطبات میں اپنے اختراعی معنیٰ پر زور دیا ہے اور اپنے زور قلم سے عبادات کو غیر

عبادات کے ساتھ ایسا خلط کر دیا کہ جماعت کے ذہنوں سے عبادات کا مفہوم بالکل نکل جائے گا وہ خود لکھتے ہیں کہ،

انسان کے مذہبی تصورات میں عبادات کا تصور سب سے پہلا اور اہم تصور ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ مذہب کا بنیادی تصور عبادت ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک نوع انسانی کے جتنے مذاہب کا پتہ چلا ہے ان میں سے ایک بھی عبادت کے تخیل و تصور سے خالی نہیں (تفہیمات ص ۳۷

آپ خود خیال فرمائیں کہ عبادات کے مفہوم کی اہمیت کو ماننے کے باوجود جب وہ عبادات کو غیر عبادت کے ساتھ خلط ملط کر دیں گے تو عبادت کا مفہوم اور اس کی اہمیت جماعت میں کیسے باقی رہ سکتی ہے۔ میری نگاہ میں یہ بہت اہم چیز ہے۔ جب لوگوں کی نگاہ سے عبادات کی تمیز اور تشخص جاتا رہے گا تو عبادات کی اہمیت قطعًا جاتی رہیگی۔ اب اس کو ملاحظہ فرمائیں کہ وہ عبادات کی نئی تفسیر کیا کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

"غلط کہتا ہے جو کہتا ہے کہ عبادت صرف تسبیح و مصلّی اور مسجد و خانقاہ تک محدود ہے۔ مومنِ صالح صِرف اسی وقت اللہ کا عبادت گذار نہیں ہوتا جب وہ دِن میں پانچ وقت نماز پڑھتا ہے

اور بارہ مہینوں میں ایک مہینہ کے روزے رکھتا ہے
اور سال میں ایک وقت زکوٰۃ دیتا ہے اور عمر بھر میں
ایک مرتبہ حج کرتا ہے بلکہ در حقیقت اس کی ساری زندگی
عبادت ہی عبادت ہے جب وہ کاروبار میں حرام کے
فائدوں کو چھوڑ کر حلال کی روزی پر قناعت کرتا ہے
تو کیا وہ عبادت نہیں کرتا۔ جب وہ معاملات میں ظلم و
جھوٹ اور فریب اور دغا سے پرہیز کر کے انصاف اور
راستبازی سے کام لیتا ہے تو کیا یہ عبادت نہیں ہے
پس حق یہ ہے کہ اللہ کے قانون کی پیروی اور اس کی
شریعت کے اتباع میں انسان دین اور دنیا کا جو کام بھی
کرتا ہے وہ سراسر عبادت ہے حتیٰ کہ بازاروں میں اسکی
خرید و فروخت اور اپنے اہل و عیال میں اسکی معاشرت
اور اپنے خالص دنیوی اشغال میں اس کا انہماک بھی عبادت
ہے (تفہیمات ص۵۵)

ظاہری نظر میں یہ مضمون بہت بہترین اور دین کی اہمیت پیدا کرنے والا ہے لیکن آپ نے غور فرمایا کہ کس طرح عبادات کو غیر عبادت کے ساتھ خلط کر دیا گیا۔ حدیث کا ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم بھی یہ فرق ضرور سمجھتا ہوگا کہ عبادات و معاملات دو چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ کتب حدیث و فقہ اوّل سے لے کر آخر تک ساری کی

ساری اس فرق سے لبریز ہیں کہ عبادات و معاملات دو علیحدہ چیزیں ہیں۔ معاملات میں اگر حدود اللہ کی رعایت ہو اور اللہ کی رضا اس میں ملحوظ ہو تو اس کی وجہ سے ان پر عبادات کی طرح سے ثواب ملجانا امر آخر ہے۔ اور ضرور ملتا ہے اور اس اجر و ثواب کی وجہ سے نصوص میں ان پر کہیں کہیں عبادت کا مجازاً اطلاق بھی کر دیا گیا لیکن کیا اس وجہ سے کہ ان پر بھی اجر مل جاتا ہے وہ عبادات کے مفہوم میں داخل ہو جائیں گے یہ ایسا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من جھز غازیًا فی سبیل اللہ فقد غزا و من خلف غازیًا فی اھلہ فقد غزا[۵۳] (مشکوٰۃ)

کیا کوئی حدیث پر ادنیٰ نظر رکھنے والا بھی اس حدیث سے یہ سمجھیگا کہ کسی مجاہد کی مدد کرنا یا اس کے اہل و عیال کی خبر لینا حقیقی جہاد ہے۔ اللہ جل شانہ، کا ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ[۵۴] (الآیۃ)۔

اس آیت شریفہ میں ظاہر ہے کہ بیع و شراء سے اس کی حقیقت شرعیہ مراد نہیں ہے بلکہ معنیً مجازی مراد ہیں۔ جیسا کہ امام سرخسی نے مبسوط صفحہ ۲۴۸ جلد نمبر (۲) میں اس کی تصریح کی ہے۔ اسی طرح مجازاً ہر فعل ثواب پر عبادت کا اطلاق اس کی حقیقتِ شرعیہ کو نہیں بدل سکتا ہے۔ علامہ شامیؒ کے قول کو مودودی صاحب جتنا بھی ناقابل التفات سمجھتے ہوں سمجھتے رہیں لیکن غالباً آپ تو ابھی تک ایسا نہیں

سمجھتے ہوں گے وہ لکھتے ہیں۔ العبادة عبارة عن الخضوع والتذلل وحدھا فعل لایراد بہ الا تعظیم اللہ بامرہٖ[۲۲] الخ شامی ص۲۵۷ جلد (۲) حقیقت عبادت یہی چیز ہے۔

اسی مضمون کو حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں مفصل ذکر فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ اعلم ان مبنیٰ الشرائع علی تعظیم شعائر اللہ والتقرب بھا الیہ تعالیٰ اس کے بعد فرماتے ہیں ومعظم شعائر اللہ اربعۃ القرآن والکعبۃ والنبی والصلوٰۃ[۲۳] حجۃ اللہ ص۷۵ باب تعظیم شعائر اللہ۔

علامہ مناوی لکھتے ہیں العبادة اقصیٰ غایۃ الخضوع و تعارت فی الشرع فیما جعل علامۃ لنہایۃ الخضوع من صلوٰۃ وصوم وجہاد وقراۃ اھ[۲۴] (شرح ص۷۵)

امام غزالیؒ کی احیاء کے متعلق تو خود مودودی صاحب کو بھی اعتراف ہے کہ اس میں ایک ایک برائی کے جڑ اور اس کی نفسیاتی اور تمدنی اسباب کا کھوج لگایا ہے اور اسلام کا صحیح اخلاقی معیار پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ (تجدید) احیاء دین ترجمان ص۳۰۵ مگر اس بنیادی چیز کو امام غزالیؒ بھی نہ سمجھے کہ انہوں نے اسی احیاء میں ربع العبادات کو اخلاقیات وغیرہ سے علیحدہ کر دیا بلکہ نعوذ باللہ شاید خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسلام کی اس بنیادی حقیقت کو نہ سمجھے جس کو

مودودی صاحب کی ذکاوت نے سمجھ لیا۔ ہزاروں احادیث اس پر شاہد ہیں کہ عبادات کا حقیقی مفہوم وہی ہے جو اب تک ساری دنیا سمجھتی آئی ہے۔

عبادت کے متعلق چند احادیث نبویہ

چند احادیث کی طرف مثال کے طور پر آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں، عن عطاء رض قلت لعائشة أخبرينا باعجب ما رأیت من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قالت لم یکن عجبًا اتانی اللیلة فدخل معی فی لحافی ثم قال ذرینی اتعبد لربی فقام فتوضأ ثم قام یصلی الحدیث،

کیا یہ حدیث اس باب میں نص نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیوی کے پاس لیٹے ہوئے یہ کہہ کر اٹھ جاتے ہیں کہ مجھے چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں گا۔ اور یہ کہہ کر نماز شروع فرما دیتے ہیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی نعوذ باللہ اسی غلط فہمی میں مبتلا تھے۔ جس میں ساری دنیا مبتلا ہے کہ عبادت چند مناسک ہی کا نام ہے۔ متعدد روایات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے۔ مَا اوحی اِلی اَن اجمع المالَ واَکونَ مِنَ التاجرینَ ولکن اوحیٰ الیٰ ان سبح بحمد ربك وکن من الساجدین واعبد ربّكَ حتی یاتیك الیقین[۲۶]

(ددر ۴ ص ۱۰۹ مشکوٰۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے مال جمع کرنے اور تجارت کا حکم نہیں دیا مجھے تسبیح سجدہ اور عبادت کا حکم دیا گیا ہے کسی صحابی نے بھی یہ نہ پوچھ لیا کہ حضور تجارت تو خود عبادت ہے وہ تو واعبد میں آگئی آپ اس کی نفی کیوں فرما رہے ہیں اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے یا ابن آدم تفرغ لعبادتی املا صدرک غنی واسد فقرک (الحدیث)[27] مشکوٰۃ

جبکہ تجارت وغیرہ خود عبادت ہی ہے۔ پھر کس چیز کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ فراغت حاصل کرنے پر اس کا احسان فرما رہے ہیں کہ میں تیرا فقر دور کر دوں گا۔ دوسری حدیث میں ہے۔ ذکر رجل عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعبادۃ واجتہاد و ذکر اخر بورعۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تعدل بالورعۃ[28] (مشکوٰۃ)

یہاں نہ تو کسی صحابی کو پتہ چلا نہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ تقویٰ اور عبادت تو ایک ہی چیز ہے یہ تقویٰ کا اور عبادت کا مقابلہ کیسا۔ واخرج الشیخان عن انس قال جاء ثلثۃ رھط الی بیوت ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسئلون عن عبادۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فلما اخبروا کانھم تقالوھا[29]

یہ صحابہ کرام کس چیز کو عبادت سمجھ رہے تھے اور ازواج

مطہرات کو بھی عبادت کے مفہوم کا پتہ نہ چلا انہوں نے بھی اس سوال کے جواب میں وہی پوجا پاٹ کی باتیں بتادیں۔ آپ ساری کتب حدیث کو تلاش کر لیجیے۔ محدثین رح جہاں کہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا عنوان قائم کریں گے۔ اور اس میں روزہ نماز وغیرہ کا ذکر کریں گے۔ دوسری طاعات بھی ذکر نہ کریں گے۔ چہ جائیکہ معاملات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فضل العالم علی العابد کے بارے میں جتنی روایات حدیث کی کتابوں میں وارد ہیں اگر ان میں عبادت کا یہی مفہوم نہیں جس کو غلط بتایا جا رہا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ سارے ارشادات بے معنیٰ ہو جائیں گے۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رضؓ قَالَ رَجُلٌ اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مُؤْمِنٌ مُجَاهِدٌ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِیْ شَعْبٍ مِنَ الشُّعُوْبِ یَعْبُدُ رَبَّہٗ (کَذَا فِی التَّرْغِیْب ص ۴۷۹)

یہ عبادتِ رب کیا چیز تھی جو جہاد کے مقابلہ میں ذکر کی گئی۔

ان روایات اور ان جیسی روایات کو کتب احادیث سے ملاحظہ کیجیے اور پھر سارے لٹریچر سے عبادات کے مفہوم میں جس زورِ قلم سے مودودی صاحب نے تحریف کی ہے اس کو غور سے ملاحظہ کیجیے۔

افسوس کہ عبادت کے اس صحیح اور حقیقی مفہوم کو
مسلمان بھول گئے انہوں نے چند مخصوص اعمال کا

نام عبادت رکھ لیا اور سمجھے کہ بس انہیں اعمال کو انجام دینا عبادت ہے۔ اوران ہی کو انجام دیکر عبادت کا حق ادا کیا جاسکتا ہے۔ اس عظیم الشان غلط فہمی نے عوام اور خواص دونوں کو دھوکے میں ڈال دیا ہے عوام نے اپنے اوقات میں سے چند لمحے خدا کی عبادت کیلئے مختص کر کے باقی تمام اوقات کو اس سے آزاد کر لیا، قانون الہٰی کی دفعات میں سے ایک ایک دفعہ کی خلاف ورزی کی، جھوٹ بولے غیبت کی، بدعہدیاں کیں۔ مگر پانچ وقت کی نماز پڑھ لی، زبان اور حلق کی حد تک قرآن کی تلاوت کر لی۔ سال میں مہینہ بھر کے روزے رکھ لے اپنے مال میں سے کچھ خیرات کر دی ایک مرتبہ حج بھی کر آئے اور سمجھے کہ ہم خدا کے عبادت گذار بندے ہیں. کیا اسی کا نام خدا کی عبادت ہے۔

(تفہیمات صفحہ ۵۸)

کون کہتا ہے کہ حرام کام حرام نہیں ہیں ناجائز امور معصیت نہیں ہیں۔ ان کے کرنے پر عذاب نہ ہوگا۔ ان پہ سزا نہ ہو گی، لیکن کیا یہ بھی صحیح ہے کہ ناجائز امور کے ساتھ اگر وہ عبادتیں کی جائیں جو حقیقتہً عبادت ہیں تو وہ عبادت بھی عبادت نہ رہے گی، کیا اہل سنت والجماعت کا یہی مسلک ہے کہ معاصی اور گناہوں سے عبادتیں

بھی ضائع ہو جاتی ہیں۔ اگر عبادات کے عبادات ہونے کا یہی مطلب ہے جو مودودی صاحب نے اختراع کیا ہے کہ معاصی کرنے سے عبادات عبادت نہیں رہتیں تو اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ [۳۲] کا پھر کیا مطلب ہے وَالَّذِیْنَ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا [۳۲] کا کیا مقصد رہا۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ [۳۳]

کیا یہ تینوں قسمیں اللہ کے برگزیدہ بندوں کی نہیں ہیں عبادت گذاروں کی نہیں ہیں۔ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں جو روایات حدیث میں وارد ہوئی ہیں وہ مودودی صاحب کی نظر سے تو اس لئے نہیں گزریں کہ ان کو قرآن پاک کے فہم کے لئے کسی تفسیر کی ضرورت نہیں اور وہ اپنی جماعت کو قرآن و حدیث کے پرانے ذخیروں سے بچا کر لے جانا چاہتے ہیں لیکن کیا آپ کی نظر سے بھی وہ احادیث نہیں گذریں جو حضورؐ سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کی گئی ہیں کیا آپ کی نظر سے یہ حدیث نہیں گذری۔ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ ھٰذِہٖ الْاٰیَةِ ھٰؤُلَآءِ کُلُّھُمْ بِمَنْزِلَةٍ وَّاحِدَةٍ وَّکُلُّھُمْ فِی الْجَنَّةِ [۳۴]

اور اس سے واضح الفاظ میں کتنی روایات اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں لیکن مودودی صاحب گناہوں کی وجہ سے عبادات کو عبادت ہونے سے نکال رہے ہیں۔

تجدید واحیار دین میں مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

کیا عبادت اسی کا نام ہے کہ کفّار چار دانگِ عالم میں شیطانی فتوحات کے ڈنکے بجاتے پھریں اور تم خدا کی زمین اور خدا کی مخلوق کو ان کے لئے چھوڑ کر نمازیں پڑھنے، روزے رکھنے اور ذکر و شغل کرنے میں منہمک ہو جاؤ۔ اگر عبادت یہی ہے جو تم کر رہے ہو اور اللہ کی عبادت کا حق اس طرح ادا ہوتا ہے تو پھر یہ کیا ہے کہ عبادت تم کرو اور زمین کی حکومت و فرماں روائی دوسروں کو ملے کیا معاذ اللہ خدا کا وعدہ جھوٹا ہے جو اس نے قرآن کریم میں تم سے کیا تھا، وعدَ اللّٰہ الذین اٰمنُوا منکمْ (الآیۃ) اگر خدا اپنے وعدہ میں سچّا ہے اور اگر یہ واقعہ ہے کہ تمہاری اس عبادت کے باجود نہ تم کو زمین کی خلافت حاصل ہے نہ تمہارے دین کو تمکن نصیب ہے۔ تو تم کو سمجھنا چاہئیے کہ تم اور تمہاری ساری قوم عبادت گذار نہیں بلکہ تارکِ عبادت ہے

(تفہیمات صفحہ ۵۹)

آپ نے غالبًا کسی زمانہ میں مشرقی[۲۵] کا تذکرہ بھی پڑھا ہوگا۔ اس ناکارہ کو تو اس کے مطالعہ میں بھی بڑا وقت ضائع کرنا پڑا

تھا۔ تعجب ہے کہ ایک طرف تو مودودی صاحب مشرقی کی تردید کرتے ہیں۔ دوسری طرف بعینہ اس کے نظریہ کو قریب قریب ان ہی کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جو سعی کی جائے وہ بہترین عمل ہے افضل ترین عبادت ہے۔ بڑے بڑے فضائل احادیث میں اس پر وارد ہوئے ہیں بلکہ اس کے چھوڑنے پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔

لیکن اس سب کے باوجود میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص کسی عذر سے یا بلا عذر اس کو نہ کرے تو کیا پھر اس کی کوئی عبادت عبادت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ارشاد فرمائیں:
مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَصَامَ رَمَضَانَ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُدْخِلَہُ الْجَنَّۃَ جَاھَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْجَلَسَ فِیْ اَرْضِہِ الَّتِیْ وُلِدَ فِیْھَا ۳۶ (البخاری)

اور آپ اس کی ساری عبادات سے انکار کر دیں۔ یہ واقعی بڑا تجدیدی کارنامہ ہے۔

اور اس سے زیادہ عجیب بات آیۃ استخلاف سے استدلال ہے اس کے بارہ میں میں عرض کروں گا کہ پہلے تو خود مودودی صاحب کی ایک عبارت ملاحظہ کیجئے وہ لکھتے ہیں۔

یہ دنیوی زندگی چونکہ آزمائش کی مہلت ہے اسلئے نہ یہاں حساب ہے نہ جزا نہ سزا۔ یہاں جو کچھ دیا جاتا

ہے وہ کسی نیک عمل کا انعام نہیں بلکہ امتحان کا سامان ہے اور جو تکالیف مصائب شدائد وغیرہ پیش آتے ہیں وہ کسی عمل بد کی سزا نہیں۔ لہذا دنیا میں جو کچھ نتائج ظاہر ہوتے ہیں وہ کسی طریقہ یا کسی عمل کے صحیح یا غلط نیک یا بد اور قابل اخذ یا قابلِ ترک ہونے کا معیار نہیں بن سکتے۔

(ترجمان جلد ۱۷ عدد ۴ ص ۲۷۸)

اس کے بعد میں جناب سے پوچھتا ہوں کہ جن انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو سلطنت نہیں ملی یا ان کی حکومت قائم نہیں ہوئی کیا ان میں سے کوئی بھی عبادت گذار نہ تھا۔ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مکی زندگی میں بالکل بھی عبادت نہیں کی۔ کم از کم اتنا تو آپ کو ماننا ہی پڑے گا کہ جب تک یہاں اسلامی حکومت قائم نہ ہو کوئی شخص بھی یہاں عبادت گذار نہیں۔ نسلی مسلمانوں کا تو ذکر ہی کیا یہاں اصلی مسلمان اور صالحین کی جماعت بھی عبادت گذار نہیں رہتی۔ ہم لوگوں کو تو زیادہ اشکال نہیں کہ ہمارے نزدیک جس شخص کو سلطنت نہ ملے وہ محض اس وجہ سے تارک عبادت نہیں بنتا لیکن آپ سے پوچھتا ہوں کیا آپ کے مجتہد صاحب کے فتوے کے موافق آپ کی ساری جماعت تارک عبادت ہے؟

حکومتِ الٰہیہ کی حقیقت مودودی صاحب کے الفاظ میں

اس کے ساتھ ہی اس حکومت الٰہیہ کی حقیقت پر مودودی صاحب کے الفاظ میں غور فرمایئے۔ جس کے لئے یہ تمام قرآن وحدیث میں تحریفات کی جا رہی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

"اسلام اس سے تو کوئی دلچسپی نہیں رکھتا کہ زمین پر ایک سلطنت کا قبضہ رہے یا دوسری سلطنت کا اس کو دلچسپی جس چیز سے ہے وہ محض انسانیت کی فلاح ہے اس فلاح کے لئے وہ اپنا ایک خاص نظریہ اور ایک عملی مسلک رکھتا ہے۔ اس نظریہ اور مسلک کے خلاف جہاں جس چیز کی حکومت بھی ہے اسلام اس کو مٹانا چاہتا ہے قطع نظر اس کے کہ وہ کوئی قوم ہو اور کوئی ملک ہو اور اس کا مدّعا اپنے نظریہ اور مسلک کی حکومت قائم کرنا ہے بلا لحاظ اسکے کہ کون اس کا جھنڈا لے کر اٹھتا ہے۔" (تفہیمات صفحہ ۶۳)

اس بلا لحاظ کے لفظ کو ذرا غور سے ملاحظہ فرما کر آگے سنیں۔

اسلام کا جہاد نرا جہاد نہیں ہے بلکہ جہاد فی سبیل اللہ ہے اور فی سبیل اللہ کی قید اس کے ساتھ لازمی قید ہے اس کا لفظی ترجمہ ہے "راہ خدا میں" اس ترجمہ سے لوگ غلط فہمی میں پڑ گئے۔ اور یہ سمجھ بیٹھے کہ زبردستی لوگوں کو اسلام کے مذہبی عقائد کا

پیرو بنانا جہاد فی سبیل اللہ ہے کیونکہ لوگوں کے تنگ دماغوں میں راہ خدا کا کوئی مفہوم اس کے سوا نہیں سما سکتا مگر اسلام کی زبان میں اس کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ ہر وہ کام جو اجتماعی فلاح و بہبود کے لئے کیا جائے اور جس کے کرنے والے کا مقصد اس سے خود کوئی دینوی فائدہ اٹھانا نہ ہو بلکہ محض خدا کی خوشنودی حاصل کرنا ہو اسلام ایسے کام کو فی سبیل اللہ قرار دیتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر آپ خیرات دیتے ہیں اس نیت سے کہ اسی دنیا میں مادی یا اخلاقی طور پر اس خیرات کا کوئی فائدہ آپ کی طرف پلٹ آئے تو یہ فی سبیل اللہ نہیں اور اگر خیرات سے آپ کی نیت یہ ہے کہ ایک غریب انسان کی مدد کر کے آپ خدا کی خوشنودی حاصل کریں تو یہ فی سبیل اللہ ہے۔ (تفہیمات صفحہ ۱۶۴)

جہاد کے لئے بھی فی سبیل اللہ کی قید اسی غرض کے لئے لگائی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص یا گروہ جب نظام حکومت میں انقلاب برپا کرنے اور اسلامی نظریہ کے مطابق نیا نظام مرتب کرنے کے لئے جدوجہد کرنے اٹھے تو اس قیام اور سر بازی میں اس کی اپنی کوئی نفسانی غرض نہ ہونی چاہیئے اس کا مقصد یہ ہرگز نہ ہونا چاہیئے کہ قیصر کو ہٹا کر خود قیصر بن جائے۔ اس کی تمام قربانیوں اور ساری

محنتوں کا مدعا صرف یہ ہونا چاہئے کہ بندگانِ خدا کے درمیان ایک عادلانہ نظامِ زندگی قائم کیا جائے اور اس کے معاوضہ میں خدا کی خوشنودی کے سوا اور کچھ اس کو مطلوب نہ ہو۔ (تفہیمات صفحہ ۶۴)

جہاد کے اس مفہوم اور فی سبیل اللہ کی اصلی معنویت کو مختصراً بیان کر دینے کے بعد اس دعوت انقلاب کی تھوڑی سی تشریح کرنا چاہتا ہوں جو اسلام لے کر آیا ہے۔

یہاں پوری تفصیل کا موقع نہیں مختصراً میں یہ بات آپ کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی دعوت توحید و خدا پرستی محض اس معنی میں ایک مذہبی عقیدہ کی دعوت نہ تھی جس میں اور دوسرے مذہبی عقائد کی دعوت ہوا کرتی ہے بلکہ حقیقت میں یہ ایک اجتماعی انقلاب کی دعوت تھی۔ (تفہیمات صفحہ ۶۸)

خالص علمی حیثیت سے جب ہم ان اسباب کا تجزیہ کرتے ہیں جن کی وجہ سے جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقت کو سمجھنا غیر مسلموں بلکہ خود مسلمانوں کے لئے دشوار ہو گیا تو ہمیں دو بڑی اور بنیادی غلط فہمیوں کا سراغ ملتا ہے پہلی غلط فہمی یہ ہے کہ اسلام کو ان معنیٰ میں محض ایک مذہب سمجھ لیا جن میں لفظ مذہب عموماً بولا جاتا ہے۔ دوسری

غلط فہمی یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان معنوں میں محض ایک قوم سمجھ لیا گیا جن میں یہ لفظ عموماً مستعمل ہوتا ہے۔

ان دو غلط فہمیوں نے صرف ایک جہاد ہی کے مسئلہ کو نہیں بلکہ مجموعی حیثیت سے پورے اسلام کے نقشہ کو بدل ڈالا ہے اور مسلمانوں کی پوزیشن کلی طور پر غلط کر کے رکھدی ہے۔

مذہب کے معنیٰ عام اصطلاح کے اعتبار سے بجز اس کے اور کیا ہیں کہ وہ چند عقائد اور چند عبادات اور مراسم کا مجموعہ ہوتا ہے۔

اسی طرح قوم کے معنیٰ اس کے سوا، اور کیا ہیں کہ وہ ایک متجانس گروہ اشخاص کا نام ہے جو چند بنیادی امور میں مشترک ہونے کی وجہ سے باہم مجتمع اور دوسرے گروہوں سے ممتاز ہو گیا ہو۔

پس اگر اسلام ایک مذہب اور مسلمان ایک قوم ہے تو جہاد کی ساری معنویت جس کی بنا پر اسے افضل العبادات کہا گیا ہے سرے سے ختم ہو جاتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کسی مذہب کا اور مسلمان کسی قوم کا نام نہیں بلکہ دراصل اسلام ایک انقلابی نظریہ و مسلک ہے جو تمام دنیا کے اجتماعی نظم کو بدل کر اپنے نظریہ و مسلک کے مطابق

(بحوالہ کتابچہ: تفہیمات ص ۷۲)

یہ ہے اس حکومت الٰہیہ کی حقیقت جس کی خاطر آپ مذہب کا مفہوم بدل رہے ہیں عبادت کے مفہوم میں تحریف کر رہے ہیں کہ وہ ایک تحریک ہے جیسا کہ دنیا کی اور تحریکات ہوتی ہیں۔ اسلام کو اس سے بھی غرض نہیں کہ اس کا جھنڈا کون اٹھا کر چلے۔ جو بھی رفاہ عام کے لئے اس کا جھنڈا اٹھالے وہی حکومت الٰہیہ ہے وہی اسلام ہے اس لئے اسلام کسی مذہب کا نام نہیں ہے۔ اس کے ساتھ مودودی صاحب کے ان الفاظ کو بھی پڑھیئے۔

جب تک اجتماعی زندگی میں تغیر واقع نہ ہو کسی مصنوعی تدبیر سے نظام حکومت میں کوئی مستقل تغیر پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ عمر بن عبدالعزیز جیسا فرماں روا جس کی پشت پر تابعین و تبع تابعین کی ایک بڑی جماعت بھی تھی اس معاملہ میں قطعی ناکام ہو چکا ہے کیونکہ سوسائٹی بحیثیت مجموعی اس اصلاح کے لئے تیار نہ تھی۔ محمد تغلق اور عالمگیر جیسے طاقتور بادشاہ اپنی شخصی دینداری کے باوجود نظام حکومت میں کوئی تغیر نہ کر سکے مامون الرشید جیسا باجبروت حکمران نظام حکومت میں نہیں صرف اس کی اوپری شکل میں خفیف سی تبدیلی کرنا چاہتا تھا مگر اسمیں بھی ناکام ہوا۔ یہ اسوقت کا حال ہے جب ایک شخص کی طاقت بہت کچھ کر سکتی تھی (ترجمان محرم ۶۰ھ صفحہ ۶۰)

میں یہ سمجھنے سے بالکل قاصر ہوں کہ جس ترانہ کو آپ حضرات ہر وقت گاتے ہیں موجودہ زمانہ میں وہ خیالی پلاؤ کے سوا اور کیا چیز رہ گئی جبکہ خیر القرون میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ بھی باوجودیکہ ان کی پشت پر تابعین و تبع تابعین کی جماعت تھی اس میں قطعی ناکام ہو چکے تھے پھر اس سائن بورڈ کو سامنے رکھ کر کیوں مذہب اسلام کو مسخ کیا جا رہا ہے کہ اب نہ مذہب کا وہ تصور صحیح رہا جو ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا نہ عبادات کی وہ حقیقت رہی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھی یا صحابہ کرام اور اس زمانہ سے لے کر اب تک ساری امت محمدیہ نے سمجھی۔ اسی وجہ سے مودودی صاحب کو کہنا پڑا کہ!

کہ تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجدّد کامل پیدا نہیں ہوا ہے۔ قریب تھا کہ عمر بن عبد العزیز اس منصب پر فائز ہو جاتے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

(ترجمان شوال ۵۹ھ صفحہ ۲۹)

واقعی ایسا مجدّد اب تک کہاں پیدا ہوا ہوگا جس نے دین کی ساری اصطلاحات کو نیا قالب دیدیا ہو۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میری امت میں ہر صدی کے شروع میں مجدّد ہوگا اور اس ارشاد کو مودودی صاحب بھی بڑے زور سے قبول کرتے ہیں اس لئے کہ اس وقت ان کو ایک مجدّد کی بڑی سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے لیکن یہ ارشاد تیرہ صدی تک بے معنی ہی رہا کہ کوئی کامل مجدّد پیدا نہ ہوا۔

میں نے عبادات کے متعلق صرف دو چار عبارتوں پر مثال کے طور سے تنبیہ کی ہے۔ آپ کی نظر میں تو ماشاء اللہ سارا لٹریچر ہے جس میں جگہ جگہ عبادات کے مفہوم کو مسخ کیا ہے اور اس مسخ شدہ ذہنیت کو اسلام کی روح بتایا جاتا ہے۔

مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

اور یہی جہالت ہم ایک نہایت قلیل جماعت کے سوا مشرق سے لے کر مغرب تک عام مسلمانوں میں دیکھ رہے ہیں خواہ وہ ان پڑھ عوام ہوں یا دستار بند علماء یا خرقہ پوش مشائخ یا کالجوں اور یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات۔ ان سب کے خیالات اور طور طریقے ایک دوسرے سے بدرجہا مختلف ہیں مگر اسلام کی حقیقت اور اس کی روح سے ناواقف ہونے میں سب یکساں ہیں۔

(تفہیمات صفحہ ۳۶)

ان سب عبارات میں جن کی طرف بندہ نے جناب کی توجہ مبذول کرائی ہے غور فرمائیں۔ کیا یہ عبادت کے مفہوم میں صریح تحریف نہیں ہے۔ یہ توجیہ کہ، ان عبارات کا مفہوم یہ ہے کہ محض ان کو عبادت نہ سمجھا جائے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ بھی غلط ہے خود مودودی صاحب اس سے بھی آگے بڑھ کر ان کو عبادات ہی نہیں سمجھتے۔ وہ لکھتے ہیں کہ!

جو شخص دنیا اور اس کے معاملات سے الگ ہو کر ایک

گوشہ میں جا بیٹھتا ہے اور اپنا سارا وقت نمازیں پڑھنے میں صرف کر دیتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جسے آپ اپنے باغ کی رکھوالی کے لئے مقرر کریں مگر وہ باغ کو اور اس کے کام کاج کو چھوڑ کر آپ کے سامنے ہر وقت ہاتھ باندھے کھڑا رہے۔ صبح سے شام اور شام سے صبح تک آقا آقا پکارتا رہے اور باغبانی کے متعلق جو ہدایات آپ نے اسے دی ہیں ان کو نہایت خوش الحانی اور ترتیل کے ساتھ بس پڑھتا رہے ان کے مطابق باغ کی اصلاح و ترقی کے لئے کام ذرا نہ کرے ایسے ملازموں کے متعلق جو کچھ رائے آپ قائم کریں گے وہی رائے اسلام کی بھی ایسے عبادت گذاروں کے متعلق ہے جو برتاؤ اس قسم کے ملازموں کے ساتھ آپ کریں گے وہی برتاؤ ان غلط تصورات کے تحت عبادت کرنے والوں کے ساتھ خدا بھی کرے گا۔

(اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر صفحہ ۱۸)

آپ ہی غور فرمائیے کہ یہ مثال اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جب کہ ہاتھ باندھے کھڑا رہنا صبح سے شام تک آقا آقا پکارنا اس نوکر کی ڈیوٹی نہ ہو۔ اگر یہ بھی ڈیوٹی کے اجزاء ہیں تو پھر مودودی صاحب کی مثال بالکل غلط ہے۔ آپ اسلام کے ارکانِ خمسہ کو ڈیوٹی کا جزو بنا کر مودودی صاحب کی اس مثال کو کسی طرح بھی سچا ثابت نہیں کر سکتے۔ رہی یہ بات

کہ حق تعالیٰ شانہ، ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا اس کے متعلق مختصر تو یہ ہے کہ وہی امام غزالیؒ جن کے قول سے مودودی صاحب اجتہاد دیں استدلال کرتے ہیں۔ اسی احیاء میں جس سے مودودی صاحب نے بھی اخذ کیا ہے۔

لکھتے ہیں کہ آخرت کا ارادہ کرنے والوں کی چھ قسمیں ہیں۔

عابدؔ، عالمؔ، متعلمؔ، والیؔ، معترفؔ، موحدؔ، مستغرق بالواحد ان میں سے پہلی قسم وہی عابد ہے جسکو مودودی صاحب گردن زدنی قرار دیتے ہیں امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ عابد وہ ہے جو عبادت کے لئے فارغ ہو گیا ہو اس کو اس کے سوا کوئی دوسرا مشغلہ نہ ہو ان کی عبادات کے وظائف مختلف ہوتے ہیں۔ بعض کے اکثر اوقات نماز میں خرچ ہوتے ہیں بعض کے تلاوت میں بعض کے تسبیحات میں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں وہ لوگ بھی تھے جن کا معمول بارہ ہزار تسبیح روزانہ کا تھا۔ اور وہ بھی تھے جن کا معمول تیس ہزار تسبیح روزانہ کا تھا۔ اسی طرح صحابہ کرام میں وہ حضرات بھی تھے۔ جن کا معمول روزانہ تین سو رکعات نوافل پڑھنے کا تھا اور وہ بھی تھے جن کا چھ سو رکعات اور ایک ہزار رکعات روزانہ کا تھا ان حضرات کے معمولات میں کم سے کم جو مقدار نقل کی گئی وہ سو رکعات روزانہ کی گئی ہے اسی طرح قرآن پاک میں بھی ان حضرات سے ایک کلام مجید روزانہ بھی نقل کیا گیا ہے اور دو قرآن مجید روزانہ بھی (احیاء صفحہ ۳۱۶ جلد ۱)

حق تعالیٰ شانہٗ ان حضرات صحابہ کرام کے ساتھ وہی معاملہ فرمائیگا جو مودودی صاحب کی دی ہوئی مثال میں نالائق نوکروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ میں اس کے متعلق کیا کہوں آپ ہی بتائیں۔

گوشہ نشینی اور خلوت

گوشۂ خلوت میں بیٹھنے کے متعلق مودودی صاحب اپنے سارے لٹریچر میں جتنی بھی چاہے پھبتیاں اڑائیں لیکن قرآن پاک میں فَأْوٗا اِلَی الْکَهْفِ یَنْشُرْ لَکُمْ رَبُّکُمْ مِنْ رَّحْمَتِهٖ کے ہی کو مرتب فرمایا ہے اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نبوت جنگلوں میں دس برس تک بکریاں چرانے کے بعد ہی ملی ہے۔ اور اس کو تو شاید تاریخ کا بچہ بچہ بھی جانتا ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت گوشۂ تنہائی میں ہی ملی تھی اور یہی نہیں بلکہ ہجرت کے بعد تک بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گوشۂ تنہائی میں جاکر بیٹھنے کو ترک نہیں فرمایا۔ حضرت عائشہؓ کی حدیث کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَبْدُوْ اِلٰی هٰذِهِ التِّلَاعِ ہجرت کے بعد ہی کا معمول ہے اور یہ تو حضورؐ نے اس پاک ذات ہی سے نقل کر دیا یَعْجَبُ رَبُّكَ مِنْ رَاعِیْ غَنَمٍ فِیْ رَاْسِ شَظِیَّةِ الْجَبَلِ یُؤَذِّنُ بِالصَّلٰوةِ وَیُصَلِّیْ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ انْظُرُوْا اِلٰی عَبْدِیْ هٰذَا یُؤَذِّنُ وَیُقِیْمُ الصَّلٰوةَ وَیُصَلِّیْ وَیَخَافُ مِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ وَاَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ ۳۹ ؎

(لابی داؤد والنسائیؒ کذا فی جمع الفوائد صفحہ ۵۲)

مودودی صاحب اس نوکر کو جتنا بھی نالائق اور اس سے بھی آگے

سمجھیں مگر اس نوکر کا مالک اس سے راضی ہے وہ اس پر ناراض نہیں کہ تو نے باغ کی کیا رکھوالی کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

يُوْشِكُ اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَّتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ[۱] (كذا فی المشكوٰۃ عن البخاری

یہ کونسا دین ہے جس کے محفوظ رکھنے کے لئے آدمی لوگوں سے بھاگ کر پہاڑ کی چوٹی پر جا رہا ہے۔ جدید اصطلاح میں دین کے معنٰی تو اطاعت امیر کے بن گئے تھے یا اسٹیٹ کی حفاظت کے۔ کیا یہ پہاڑ کی چوٹی پر اسٹیٹ کی حفاظت کرنے کے لئے جا رہا ہے۔ خدا تو وہاں ملے گا نہیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِذَا بَقِيْتَ فِيْ حُثَالَةٍ مِّنَ النَّاسِ میں اَلْزِمْ بَيْتَكَ وَاَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَخُذْ مَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْكِرُ وَعَلَيْكَ بِاَمْرِ خَاصَّةِ نَفْسِكَ وَدَعْ اَمْرَ الْعَامَّةِ[۲] (مشكوٰۃ) نہیں فرمایا۔ یہ دنیا کے جھگڑوں کو چھوڑ کر گھر کے گوشۂ تنہائی میں زبان بند کر کے بیٹھ جانے کا حکم نبوی کس نوکر کے لئے ہے۔ ایسے نوکر کے متعلق جناب کی کیا رائے ہے۔ کیا حضور صلعم کا یہ ارشاد نہیں ہے

اِذَا رَاَيْتَ شُحًّا مُّطَاعًا وَّهَوًى مُّتَّبَعًا وَّدُنْيَا مُّؤْثَرَةً وَّاِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَاْيٍ بِرَاْيِهٖ فَعَلَيْكَ نَفْسَكَ وَدَعْ اَمْرَ الْعَوَامِّ (الحديث[۳] - مشكوٰۃ)

---

[۱] زندگی اپریل ۱۹۵۱ء صـ ۶۲

غرض بیسیوں روایات حدیث کی کتابوں میں آپ کی نظر میں بھی ایسی ہوں گی جن میں ان نالائق نوکروں کے فعل کو سراہا گیا ہوگا۔

میرا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ اقامتِ دین یا تبلیغ دین کرنے والوں کو اس مبارک کام سے روکنا چاہتا ہوں۔ میں تو خود رسالہ فضائل تبلیغ لکھ کر اس کی حوصلہ افزائی کر چکا ہوں اور کرتا رہتا ہوں لیکن ان فضائل کا یہ مطلب تو ہو ہی نہیں سکتا کہ شریعت مطہرہ میں تحریف کر دی جائے اور قرآن پاک اور احادیث نبویہ کو بھی مسخ کر دیا جائے کیا قرآن وحدیث میں اقامتہ دین یا اسلامی حکومت یا تبلیغ کے فضائل کی کچھ کمی ہے کہ ان کے ثابت کرنے کے واسطے شریعتِ مطہرہ میں تحریف واصلاح کی ضرورت پیش آوے مسلمانوں کو اس خلط ملط سے جو شدید نقصان پیش آئے گا وہ انتہائی ناقابلِ تلافی ہوگا کہ ان کی نگاہ میں عباداتِ معرفہ اور بازاروں میں تجارتی اشغال ایک درجہ میں ہو جائیں گے اور چونکہ یہ اشغال بالطبع سب کو مرغوب ہیں اس لئے پہلے افعال کی اہمیت کم ہو جانے کے بعد طبعاً ان میں کمی اور ان میں زیادتی لامحالہ ہوگی۔ اس پر آپ کسی وقت یکسوئی کے ساتھ غور کریں۔

مودودی صاحب کے یہاں عبادات کی حیثیت

اس کے قریب قریب لٹریچر کا بڑا زہر جو بقول مولانا اعزاز علی صاحب زاد مجدہم کے شہد میں لپیٹ کر جماعت کو پلایا جا رہا ہے عبادات کا درجہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو اسلام کی بنیاد قرار دیا اور ان پر اسلام کا مدار رکھا۔ جن لوگوں نے اسلام کی ان بنیادی چیزوں پر کمی یا زیادتی نہ کرنے کی قسمیں کھائی تھیں حضور ؐ نے ان کو فلاح کی بشارتیں دیں۔ جنت میں ان کے داخلہ پر حضور ؐ نے قسم کھا کر پیشین گوئیاں فرمائی ہیں لیکن آپ کے مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ یہ سب غیر مقصود ہیں۔ بڑی عبادت کے لئے تیاری کا ذریعہ ہیں۔ اصل عبادت یہ عبادتیں ہیں ہی نہیں جن کو حضور ؐ بنیاد اور اصل سمجھے۔ آپ نے معلوم نہیں ان عبارتوں کو ملاحظہ فرمایا یا نہیں۔ مثال کے طور پر چند عبارات کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔

(۱) یہی غرض ہے جس کے لئے اسلام میں نماز، روزہ زکوٰۃ اور حج کی عبادتیں فرض کی گئی ہیں، ان کو عبادت کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ بس یہی عبادت ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس اصلی عبادت کے لئے آدمی کو تیار

کرتی ہیں - یہ اُس کے لئے لازمی ٹریننگ کورس ہیں
(اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر صـــ۱۲ـــ)

(۲) آپ سمجھتے ہیں کہ ہاتھ باندھ کر قبلہ رو کھڑے ہونا گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھکنا، زمین پر ہاتھ ٹیک کر سجدہ کرنا اور چند مقررہ الفاظ زبان سے ادا کرنا بس یہی چند افعال اور حرکات بجائے خود عبادت ہیں آپ سمجھتے ہیں رمضان کی پہلی تاریخ سے شوال کا چاند نکلنے تک روزانہ صبح سے شام تک بھوکے پیاسے رہنے کا نام عبادت ہے آپ سمجھتے ہیں کہ قرآن کے چند رکوع زبان سے پڑھ دینے کا نام عبادت ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ مکہ معظمہ جاکر کعبے کے گرد طواف کرنے کا نام عبادت ہے ۔ غرض آپ نے چند افعال کی ظاہری شکلوں کا نام عبادت رکھ چھوڑا ہے اور جب کوئی شخص ان شکلوں کے ساتھ ان افعال کو ادا کر دیتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ اس نے خدا کی عبادت کر دی۔ ..... لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے جس عبادت کے لئے آپ کو پیدا کیا اور جس کا آپ کو حکم دیا ہے وہ کچھ اور ہی چیز ہے - (خطبات صـــ۷۹ـــ)

کیا واقعی ان میں سے کوئی چیز بجائے خود عبادت نہیں ۔ ہم لوگ تو اب تک ان کو عبادات ہی سمجھتے رہے -

(۳) آپ پوچھیں گے کہ یہ نماز، روزہ، اور حج وغیرہ کیا چیز ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل یہ عبادتیں جو اللہ نے فرض کی ہیں ان کا مقصد آپ کو اس بڑی عبادت کے لئے تیار کرنا ہے جو آپ کو زندگی میں ہر وقت ہر حال میں ادا کرنی چاہیئے..... ان سب عبادتوں کو ادا کرنے کے بعد اگر آپ اس قابل ہو گئے کہ آپ کی ساری زندگی خدا کی عبادت بنجائے تو بلا شبہ آپ کی نماز نماز ہے، روزہ، روزہ ہے، زکوٰۃ، زکوٰۃ ہے اور حج حج ہے۔ لیکن اگر یہ مقصد پورا نہ ہوا تو محض رکوع اور سجدہ کرنے اور بھوک پیاس کے ساتھ دن گذارنے اور حج کی رسمیں ادا کرنے اور زکوٰۃ کی رقمیں ادا کرنے سے کچھ حاصل نہیں (خطبات ص۸۱)۔

(۴) کاش میں آپ کی ہاں میں ہاں ملا سکتا مگر میں کیا کروں کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اس کے خلاف نہیں کہہ سکتا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس حالت میں آپ اس وقت ہیں اس میں پانچ وقت کی نمازوں کے ساتھ تہجد، اشراق اور چاشت بھی آپ پڑھنے لگیں اور پانچ پانچ گھنٹہ روزآنہ قرآن بھی پڑھیں اور رمضان شریف کے علاوہ گیارہ مہینوں میں ساڑھے پانچ مہینوں کے مزید روزے بھی رکھ لیا کریں تب بھی کچھ حاصل

نہ ہوگا۔ (خطبات ص۱۱۲)

(۵) میں پہلے بھی آپ سے بارہا بیان کر چکا ہوں سب سے بڑی غلطی یہی ہے کہ آپ نے نماز، روزے کے ارکان اور ان کی ظاہری صورتوں کو اصل عبادت سمجھ رکھا ہے اور آپ اس خیال خام میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ جس نے یہ ارکان پوری طرح ادا کر دیئے اس نے بس اللہ کی عبادت کر دی (خطبات ص۱۲۱)

(۶) آپ کے ذہن میں عبادت کا مفہوم اور مطلب ہی غلط ہو گیا۔ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ سحر سے لے کر مغرب تک کچھ نہ کھانے نہ پینے کا نام روزہ ہے اور بس یہی عبادت ہے۔ لیکن آپ یہ نہیں جانتے کہ بھوکا پیاسا رہنا اصل عبادت نہیں بلکہ عبادت کی صورت ہے۔ (خطبات ص۱۲۲)

(۷) یہ نماز اور روزہ اور یہ زکوٰۃ اور حج دراصل اسی تیاری اور تربیت کے لئے ہیں جس طرح تمام دنیا کی سلطنتیں اپنی فوج پولیس اور سول سروس کے لئے آدمیوں کو پہلے خاص قسم کی ٹریننگ دیتی ہیں پھر ان سے کام لیتی ہیں۔ اسی طرح اللہ کا دین اسلام بھی ان تمام آدمیوں کو جو اس کی ملازمت میں بھرتی ہوں پہلے خاص طریقے سے تربیت دیتا ہے پھر ان سے اور حکومت الٰہی کی

خدمت لینا چاہتا ہے (خطبات ص ۲۱۵)

(۸) بھائیو۔ اب مجھے امید ہے کہ تم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ یہ نماز، روزہ اور یہ حج اور زکوٰۃ کس غرض کے لئے ہیں۔ تم اب تک یہ سمجھتے رہے ہو اور مدتوں سے تم کو اس غلط فہمی میں مبتلا رکھا گیا کہ یہ عبادتیں محض پوجا پاٹ کی قسم کی چیزیں ہیں۔ تمہیں یہ بتایا ہی نہیں گیا کہ یہ ایک بڑی خدمت کی تیاری کے لئے ہیں۔

(خطبات ص ۲۱۸)

اسلامی تحریک کی راہ میں دوسری رکاوٹ وہ جامد اور بے روح مذہبیت ہے۔ جس کو آج کل اسلام سمجھا جا رہا ہے۔ اس غلط مذہبیت کا پہلا بنیادی نقص یہ ہے .... کہ اس کی عبادات محض پوجا پاٹ بنا کر رکھدی گئیں حالانکہ وہ ان ذہنی واخلاقی بنیادوں کو مستحکم کر لینے کے وسائل[1] ہیں جن پر اسلام نے اپنا نظام اجتماعی

---

[1] دنیائے اسلام میں کونسا دور ایسا گذرا ہوگا جس میں مشائخ سلوک نے ان کے سایہ سے مودودی صاحب بھاگتے ہیں جن کی عبادت سے لوگوں کو اس طرح بچانا چاہتے ہیں جیسے ذیابیطس کے مریض کو شکر سے) احکام الٰہیہ کی اپنے اپنے ذوق کے مطابق حکمتیں نہ لکھیں ہوں لیکن کیا آپ اس کو گوارا کر سکتے ہیں کہ انہی (باقی اگلے صفحہ پر)

تعمیر کیا۔ اس عملی تحریف کا نتیجہ یہ ہے الخ

(ترجمان جلد نمبر ۱۷ عدد ۴ صد ۲۶۱)

یہ چند نمونے میں نے پیش کئے ہیں۔ تمام لٹریچر اسی انداز سے بھرپور ہے۔ میں مودودی صاحب کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا مگر آپ سے یہ ضرور پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا قرآن پاک اور احادیثِ شریفہ کا یہی مفہوم ہے کہ یہ عبادات غیر مقصود اور صرف ایک بڑی عبادت کے لئے تیاری کا ذریعہ ہیں اور اگر اس بڑی عبادت کا ذریعہ نہ بنیں تو بیکار ہیں حضرت جبرئیل دین کی تعلیم کے لئے تشریف لاتے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کی حقیقت دریافت کرتے ہیں اور حضورؐ کلمہ کی شہادت اور یہی ارکان اربعہ صرف بتاتے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام اس کی تصدیق فرماتے ہیں۔ مگر مودودی صاحب کہتے ہیں۔

(باقی گذشتہ صفحہ سے) سمجھی ہوئی حکمتوں کو اصل قرار دیکر ارکان منصوصہ کو محض وسائل اور اس کا ذریعہ قرار دیدیا جائے۔ اللہ جل جلالہ کے احکام میں نہ معلوم کتنی مصالح اور حکمتیں اس کے علاوہ ہیں جو مودودی صاحب نے سمجھیں لیکن اپنی سمجھی ہوئی حکمت کو اصل قرار دیکر احکام کو محض اس کا وسیلہ اور ذریعہ قرار دینا کھلی تحریف نہیں تو اور کیا ہے۔ آپ ہی انصاف سے بتائیں کہ یہ عملی تحریف ساری اسلامی دنیا کے اکابر سے ہو رہا ہے یا خود مودودی صاحب کی طرف سے ہو رہا ہے کہ انھوں نے ایک مصلحت تجویز کی اور ارکان منصوصہ کو اس کا ذریعہ بنا دیا۔

"تمہیں یہ بتایا ہی نہیں گیا کہ یہ ایک بڑی خدمت
کی تیاری کے لئے ہیں"

نعوذ باللہ نہ حضورؐ کو پتہ چلا نہ حضرت جبرئیلؑ کو۔ حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ اور انھیں پانچ چیزوں کو شمار کر دیتے ہیں کہ یہ اسلام کی اساس ہیں۔ چھٹی عبادت کا ذکر تک نہیں فرماتے مگر مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ اگر چھٹی عبادت ان پر مرتب نہ ہو تو یہ سب بے جان کی مردہ لاش ہیں ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا ہے کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس کے کرنے سے جنت میں داخل ہو جاؤں۔ حضورؐ یہی چیزیں اس کو بتاتے ہیں۔ وہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ خدا کی قسم نہ ان پر زیادتی کروں گا نہ کمی۔ حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص کو کوئی جنتی دیکھنا ہو وہ اس کو دیکھ لے۔ یہ سب صحیح روایات ہیں۔ شیخین نے ذکر فرمائی ہیں۔ اور اس نوع کی سیکڑوں روایات کتب حدیث میں آپ کی نظر سے بھی گذری ہیں۔ چند احادیث کی طرف اور بھی توجہ دلاتا ہوں

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ اَعْرَابِیًّا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْھِجْرَۃِ فَقَالَ وَیْحَکَ اِنَّ شَاْنَ الْھِجْرَۃِ شَدِیْدٌ فَھَلْ لَکَ مِنْ اِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَھَلْ تُؤَدِّیْ صَدَقَتَھَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَآءِ الْبِحَارِ فَاِنَّ اللّٰہَ لَنْ یَّتِرَکَ مِنْ عَمَلِکَ شَیْئًا. رَوَاہُ اَبُوْدَاؤد صفحہ ۳۳۴

عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَصَامَ رَمَضَانَ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّدْخِلَہُ الْجَنَّۃَ جَاھَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ جَلَسَ فِیْ اَرْضِہٖ الَّتِیْ وُلِدَ فِیْھَا (اَلْحَدِیْث)

رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ کَذَا فِی الْمِشْکٰوۃ)

یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی عبادت کا پتہ نہ چلا اس شخص کو جنت میں داخل کئے دیتے ہیں۔ جو ان غیر مقصود عبادات کو کرتا رہے چاہے جہاد کرے یا نہ کرے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت پہلے عرض کر چکا کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا افضل المومنین وہ ہے جو مجاہد ہے اور دوسرے درجہ پر وہ ہے جو سب سے یکسو ہو کر کسی کونہ میں بیٹھ کر اپنے رب کی عبادت کرتا رہے۔

یہ مختصر طور پر چند احادیث کی طرف میں نے آپ کی توجہ مبذول کرائی ہے۔ ان کے علاوہ اصولی طور پر کم از کم جناب کو تو اس سے انکار نہ ہوگا کہ قرآن پاک اور احادیث میں ارکان خمسہ پر جتنا زور دیا گیا اتنا ان کے علاوہ کسی اور چیز پر نہیں دیا گیا۔ ایسی حالت میں ان کے علاوہ کسی اور چیز پر اس طرح زور دینا جس سے ان کی اہمیت کم ہوتی ہو یہ غیر مقصود اور دوسری چیز مقصود بن جاتی ہو۔ ان کو توابع دوسری چیز کو اصل کہنا اس کے متعلق اس کے سوا کیا عرض کروں کہ خود مودودی صاحب ہی کے الفاظ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرا دوں وہ

لکھتے ہیں۔

"مسلمانوں کی تباہی کا اصل سبب روایات نہیں بلکہ نفسانیت اور عصبیت جاہلیۃ اور فروع کو اصول سے بڑھ کر اہمیت دینے کی حماقت اور کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کو چھوڑ کر اپنے مرغوبات میں حد سے زیادہ غلو کرنے کی عادت اور نئے نئے طریقے ایجاد کرنے کا شوق ہے۔ (تفہیمات ص ۳۱۷)

اس کا مودودی صاحب خود اعتراف کرتے ہیں کہ بدقسمتی سے علماءِ اسلام کو اب تک اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوا قریب قریب ہر اسلامی ملک میں علماء کی جماعت اب بھی اسی روش پر قائم ہے (تنقیحات ص ۳۰)

ایسی حالت میں آپ بھی سوچ لیجئے کہ نیا طریقہ کون نکال رہا ہے۔ جو قریب قریب ہر اسلامی ملک کی جماعتِ علماء کے خلاف ہے کیا جہاد کے قرآن پاک اور احادیث میں فضائل کچھ کم ہیں کہ اس کی اہمیت بیان کرنے کے لئے ارکان اسلام کی اہمیت کو گرایا جائے۔ کیا اسلامی حکومت کی ضرورت کے لئے اس نوع کے مضامین کچھ کم اہمیت رکھتے ہیں کہ اس کی وجہ سے اللہ کا کلمہ بلند ہو شریعت مطہرہ پر عمل آسان ہو ارکان اسلام پورے عروج و کمال کے ساتھ ادا کئے جا سکیں وغیرہ وغیرہ کیا آپ کو بالکل احساس نہیں ہے۔ قطع نظر

اس کے کہ یہ شریعت مطہرہ میں اصلاح ہے جس کا حق نبی کے سوا کسی کو بھی نہیں اس طریقہ سے ایک خاص جزو کو اسلام کا مقصد بنا لینے کی وجہ سے اسلام کے تمام ارکان کی اہمیت ان کا اہتمام کرنے والوں کی بے حرمتی بے وقعتی جماعت کے افراد میں روزافزوں ہے جس کا مشاہدہ ہر شخص کر رہا ہے۔ تنہائی میں آپ بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے۔

احادیث کے بارے میں مودودی صاحب کے تنگ و تاریک خیالات

چوتھی چیز جس کی طرف میں جناب کی توجہات کو خصوصیت سے مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ حدیث پاک کا مسئلہ ہے۔ مودودی صاحب نے قرآنیہ فرقہ کے مقابلے میں حجیّت حدیث پر مقالہ بھی لکھ دیا محدثین کی خدمات کا بہت اونچے الفاظ میں اعتراف بھی کر لیا۔ اس سب کے باوجود جو چیز لٹریچر میں بھر دی ہے اس نے نہ صرف حدیث پاک سے اعتماد اٹھادیا بلکہ ائمہ حدیث اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان کو بھی گرادیا۔ ٹھنڈے دل سے ان کے الفاظ پر غور کیجئے۔

ہم نے کبھی اس خیال کی تائید نہیں کی کہ ہر شخص کو ائمہ حدیث کی اندھی تقلید کرنی چاہئے یا ان کو غلطی سے

مبرّا سمجھنا چاہیئے نہ ہم نے کبھی یہ دعویٰ کیا کہ ہر کتاب
میں جو روایت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
شروع ہو اس کو آنکھ بند کر کے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی حدیث مان لیا جائے ...... اور تحقیق و
اجتہاد کے متعلق بھی ہمارا مذہب یہ ہے کہ اس کا دروازہ
ہر زمانہ میں کھلا ہوا ہے اور کسی خاص عہد کے لئے مخصوص
نہیں ہے لیکن اس کے معنیٰ یہ نہیں کہ جن لوگوں نے
فن حدیث کی تحصیل اور اس کے باقاعدہ مطالعہ اور
تحقیقات میں پورا ایک مہینہ بھی صرف نہیں کیا وہ ان
بزرگوں کے کارناموں پر تنقید کریں جنہوں نے
پوری پوری عمریں اس فن کی خدمت میں بسر
کر دی ہیں۔ (تفہیمات ص ۲۸۶)

کیا اس کا واضح مطلب یہ نہیں کہ ہر وہ شخص جو کم از کم ایک ماہ
حدیث کی تحصیل میں خرچ کر چکا ہو وہ محدثین کی اندھی تقلید نہ کرے
اس کے بعد لکھتے ہیں۔

اب دوسرے گروہ کو لیجئے جو دوسری انتہا کی طرف
چلا۔ یہ لوگ محدثین کے اتباع میں جائز حد سے بہت
زیادہ تشدد اختیار کرتے ہیں۔ ان کا قول یہ ہے کہ
محدثین کرام نے دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر کے

رکھدیا ہے ایک ایک حدیث کو چھانٹ کر وہ بتا چکے ہیں
کہ کون کس حد تک قابلِ اعتبار ہے اور کون کس حد تک
ناقابلِ اعتبار ہے۔ اب ہمارا کام صرف یہ ہے کہ ان بزرگوں
نے احادیث کے جو درجے مقرر کر دیئے انھیں کے مطابق ہم
ان کو اعتبار اور حجیت کا درجہ دیں..... جسے وہ صحیح قرار
دے گئے ہیں اسے صحیح تسلیم کریں[1] اور جس کی صحت میں
وہ قدح کر گئے ہیں اس سے بالکل استناد نہ کریں....
رواۃ کے عدل اور ضبط اور ثقاہت کے متعلق جن جن آراء
کا وہ اظہار کر گئے ہیں ان پر گویا ایمان لے آئیں یہی وہ
مسلک ہے جس کی شدّت سے بہت سے کم علم لوگوں کو
حدیث کی کلّی مخالفت یعنی دوسری انتہا کی طرف دھکیل
دیا ہے۔ محدثین کی خدمات مسلّم یہ بھی مسلّم کہ نقدِ حدیث
کے لئے جو مواد انھوں نے فراہم کیا ہے وہ صدرِ اوّل
کے اخبار و آثار کی تحقیق میں بہت کار آمد ہے۔ کلام
اس میں نہیں بلکہ صرف اس امر میں ہے کہ کلیتہً ان پر
اعتماد کرنا کہاں تک درست ہے۔ وہ بہرحال تھے تو
انسان[2] ہی۔ انسانی علم کے لئے جو حدیں فطرۃُ اللہ نے

---

[1] کیا فائدہ ہے اس تسلیم سے جب وہ قابلِ اعتماد نہیں۔
[2] اور اس زمانہ میں نقد کرنے والے فرشتے ہیں۔

مقرر کر رکھی ہیں۔ ان سے آگے تو وہ نہیں جا سکتے تھے انسانی
کاموں میں جو نقص فطری طور پر رہ جاتا ہے۔ اس سے تو ان
کے کام محفوظ نہ تھے پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جن کو وہ
صحیح قرار دیتے ہیں وہ حقیقت میں بھی صحیح ہے۔ صحت کامل
یقینی تو خود ان کو بھی نہ تھا وہ بھی زیادہ سے زیادہ یہی

ؔ اس لئے کہ وہ علم و تقویٰ، قوت حافظہ اور اسلامی تمام اوصاف کے کمال اتم کے ساتھ اپنی تمام عمریں اس میں خرچ کر چکے ہیں۔ اور اب تک تمام امت محمدیہ نے ان کی تصحیح و تضعیف کو معتبر قرار دیا اور حجت مانا اور جن کی صحت میں آپس میں اختلاف ہوا وہ خود اسی پایہ کے تھے۔ اس دور کے ابجد خواں جن کے متعلق خود مودودی صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ اسلام ہے کہاں۔ مسلمانوں میں نہ اسلامی سیرت ہے نہ اسلامی اخلاق نہ اسلامی افکار ہیں نہ اسلامی اسپرٹ، حقیقی اسلامی روح نہ ان کے سجدوں میں ہے نہ مدرسوں میں نہ خانقاہوں میں (تنقیحات صفحہ ۔۔)

ایسے لوگوں کے مقابلہ میں یقیناً ان اسلاف کی تحقیقات مقدم ہیں جن میں یہ سب اوصاف علی وجہ الاتم موجود تھے اور روایات کی تنقید کو انھوں نے علی وجہ الاتم پورا کر دیا۔ مودودی صاحب کو خود اس کا اعتراف ہے وہ کہتے ہیں۔ کہ فن حدیث کی تاریخ شاہد ہے کہ محدثین نے تحقیق و تفتیش کا پورا پورا حق ادا کر دیا اور اس کام میں اتنی محنتیں کیں کہ ان سے زیادہ انسان کے بس میں نہ تھیں۔ تفہیمات ص ۳۲۹

ؔ اور جو لوگ اس زمانہ میں حکم لگائیں گے ان کو تو کامل یقین ہوگا۔

کہتے تھے کہ اس حدیث کی صحت کا ظن غالب[۴] ہے۔ مزید براں یہ ظن غالب جس بنا پر ان کو حاصل ہوتا تھا۔ وہ بلحاظ روایت تھا نہ کہ بلحاظ درایت[۶] ان کا نقطۂ نظر زیادہ تر اجباری ہوتا تھا۔ فقہ[۷] ان کا اصل موضوع نہ تھا ـــــ اسلئے فقیہانہ[۸] نقطۂ نظر سے

۵ـہ اور اسی پر شریعت کے سارے احکام مرتب ہیں۔ نکاح، طلاق حتیٰ کہ حدود قصاص کا مدار اسی پر ہے کیا جن گواہوں کے بیان پر قصاص میں آدمی قتل کر دیا جاتا ہے انکی صداقت قطعی ہے اگر اس قسم کے احتمالات پیدا کئے جائیں تو نہ صرف یہ کہ شریعت کے کسی حکم پر عمل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ساری دنیا میں کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا

۶ـہ اول تو یہ کلیہ اصول حدیث سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ اگر مودودی صاحب کی نظر اصول حدیث پر ہوتی تو وہ صحیح کی تعریف میں غیر معلل کی قید کے بعد یہ کلیہ کبھی نہ لکھتے اور اگر اسکو بعض احوال میں تسلیم بھی کر لیا جائے تو اسی دور کے اصحاب درایت یعنی ائمہ مجتہدین اس کمی کو پورا فرما چکے ہیں۔ ۷ـہ کاش مودودی صاحب کو کوئی یہ بتا دیتا کہ ان محدثین میں امام مالک امام احمد بن حنبل جیسے حضرات کا بھی شمار ہے

۸ـہ اسکو اسی دور کے فقہاء اور ائمہ مجتہدین پورا کر چکے ہیں اس لئے اصول حدیث کا مسئلہ ہے کہ کسی مجتہد کا روایت پر عمل اسکی صحت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے جیسا کہ صدر اول کا اعراض منجملہ اسباب ضعف ہے اگر مودودی صاحب کی نظر میں اصول حدیث کی کوئی کتاب نہیں یا وہ قدارہ کا ناقابل التفات ذخیرہ سمجھتے ہیں تو میں جناب سے پوچھتا ہوں آپکے اصول حدیث کو پڑا ہی ہے کہ ان حضرات کے سخت قواعد کے بعد یہ لاطائل بحث جو یہاں لکھی جا رہی ہے مضحکہ خیز نہیں تو اور کیا ہے۔

احادیث کے متعلق رائے قائم کرنے میں وہ فقہا مجتہدین[ف] کی بہ نسبت کمزور تھے بس ان کے کمال کا جائزہ[نلہ] اعتراف کرتے ہوئے ماننا پڑے گا کہ احادیث کے متعلق جو کچھ بھی تحقیقات انھوں نے کی ہے اس میں دو طرح کی کمزوریاں موجود ہیں[لله]

ف مگر فقہاء مجتہدین کا دور بھی تو وہی تھا جو حضرات محدثین کا تھا اور جو بظاہر کمی ایک جانب کہی جاسکتی ہے وہ دوسرے گروہ نے علی وجہ الاتم پوری کردی لہذا اب اس قول میں کیا اخفاء رہا کہ احادیث کے متعلق دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ الگ ہوگیا ہے۔ نلہ اس تھنیک یو (یعنی کمال کے جائزہ اعتراف) سے کیا فائدہ رہا جبکہ انکی روایات نہ تفقہ کے اعتبار سے قابل اعتماد نہ روایت کے اعتبار سے۔

لله اسکے باوجود حدیث کا جو ذخیرہ موجود ہے وہ صحت کے اعتبار سے منتہا کو پہنچا ہوا ہے اور جنکی صحت میں محدثین یا فقہاء میں اختلاف ہے وہ بھی پورا موجود ہے۔ مودودی صاحب دوسری جگہ خود اسکا اعتراف کرچکے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ فن حدیث کی تاریخ شاہد ہے کہ محدثین نے تحقیق و تفتیش کا پورا پورا حق ادا کر دیا ہے اور اس کام میں اتنی محنتیں کی ہیں کہ ان سے زیادہ انسان کے بس میں نہ تھیں۔ انھوں نے اپنی محنتوں سے جو ذخیرہ فراہم کیا ہے وہ آج ہمارے پاس موجود ہے اور انکے درمیان جو اختلافات ہوئے ہیں وہ بھی تمام دلائل و شواہد کے ساتھ موجود ہیں اگر کوئی اس ذخیرہ پر تحقیق کی نظر ڈالے تو اسکے لئے آج تیرہ سو برس گذر جانے کے بعد بھی یہ معلوم کرنا مشکل نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا اور کیا نہیں فرمایا۔ کیا کیا نہیں کیا اور یہ کہ ہر روایت جو آپ کی طرف منسوب ہے وہ اپنی صحت اور قابل احتجاج ہونیکے لحاظ سے کیا پایہ رکھتی ہے (تفہیمات ص ۳۲۹) جبکہ ہر روایت کا درجہ صحت کے اعتبار سے محقق اور طے شدہ ہے پھر اس اوپر کی بحث کا اب کیا مطلب رہا (حاشیہ صفحہ ہذا)

ایک بلحاظ اسناد دوسری بلحاظ تفقہ۔ اس مطلب کی توضیح کیلئے ہم ان دونوں حیثیتوں کے نقائص پر تھوڑا سا کلام کریں گے

(تفہیمات صہ ۲۹۲)

یہ طویل طویل عبارت کہاں تک نقل کروں آپ نے خود ہی اس کو ملاحظہ کیا ہوگا۔ نہ کیا ہو تو اب غور سے پڑھ کر داد دیجئے کہ مودودی صاحب نے روایات حدیث ائمہ محدثین ائمہ مجتہدین حتیٰ کہ صحابہ کرامؓ تک سے اعتماد اٹھانے میں کوئی کسر چھوڑی ہو۔ حضرات محدثین رضی اللہ عنہم اجمعین نے جس جس طرح سے روایات کے ذخیرہ کو محفوظ و منقح کیا ہے وہ موجودہ زمانہ کی تو انسانی طاقت سے بھی باہر ہے۔ وہ خود لکھتے ہیں۔

کسی روایت کو جانچنے میں سب سے پہلے جس چیز کی تحقیق کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ روایت جن لوگوں کے واسطے سے آئی ہے وہ کیسے لوگ ہیں۔ اس سلسلہ میں متعدد حیثیات سے ایک ایک راوی کی جانچ کی جاتی ہے وہ جھوٹا تو نہیں ہے، روائتیں بیان کرنے میں غیر محتاط تو نہیں، فاسق اور بدعقیدہ تو نہیں، وہمی یا ضعیف الحفظ تو نہیں۔ مجہول الحال ہے یا معروف الحال، ان تمام حیثیات سے رواۃ کے احوال کی جانچ پڑتال کر کے محدثین کرام نے اسماء الرجال کا عظیم الشان ذخیرہ فراہم کیا ہے جو بلا شبہہ نہایت بیش قیمت ہے۔ مگر ان میں کون سی چیز ہے

جس میں غلطی کا احتمال نہ ہو۔[۱۲] اوّل تو رواۃ کی سیرت اور ان کے حافظہ اور ان کی دوسری باطنی خصوصیات کے متعلق بالکل صحیح علم حاصل ہونا مشکل ہے دوسرے خود وہ لوگ جو ان کے متعلق رائے قائم کرنے والے تھے انسانی کمزوریوں[۱۳] سے مبرا نہ تھے۔ نفس ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا تھا اور اس بات کا قوی امکان تھا کہ اشخاص کے متعلق اچھی یا بری رائے قائم کرنے میں ان کے ذاتی رجحانات کا بھی کسی حد تک دخل ہو جائے یہ امکان محض

---

[۱۲] آپ محدثین رحمہم اللہ کی جانفشانی اور احتیاطوں سے واقف ہیں۔ آپ خود غور فرمائیں کہ ان حضرات کی انتہائی احتیاطوں کے باوجود یہ احتمال پیدا کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی کو کہدے کہ تیرے حرامزادہ ہونے کا بھی احتمال ہے کوئی دلیل قطعی ایسی ہے جو اس احتمال کی نفی کر سکتی ہو۔ کوئی شخص کسی کو کہدے کہ تیرے کافر ہونے کا بھی احتمال ہے۔ اور جو ظاہری افعال اسلام کے اس سے صادر ہو رہے ہیں۔ کوئی قطعی دلیل ہے جو اس کے منافق نہ ہونے کو قطعی طور پر ثابت کر سکتی ہو۔

[۱۳] آپ خود ہی غور کریں۔ یہ چیز ایسی نہیں ہے جس سے احتمال کے درجہ میں کسی کو انکار ہو سکے مگر کیا ان احتمالات سے آج کل کے واقعات میں بھی جن واقعات کو معتبر لوگ نقل کرتے ہیں ان میں غلطی کا احتمال پیدا کیا جاتا ہے۔

امکانِ عقلی نہیں بلکہ اس امر کا ثبوت[۱۴] موجود ہے کہ بار ہا یہ امکان فعل میں بھی آگیا۔

اس کے بعد مودودی صاحب محدثین کی ایک دوسرے پر[۱۵] تنقیدیں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

ان سب سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ بسا اوقات صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا اور وہ ایک دوسرے[۱۶] پر چوٹیں کرتے تھے اس قسم کی مثالیں پیش کرنے سے ہمارا مقصد[۱۷] یہ نہیں کہ اسماء الرجال

---

[۱۴] میں نے جو بھی دو مثالیں جناب سے عرض کی ہیں کیا وہ دونوں محض امکان عقلی ہیں کیا لاکھوں حرامزادوں اور ہزاروں منافقوں کا وجود مسلمانوں میں نہیں ہو چکا۔ [۱۵] کاش مودودی صاحب یہ بھی کسی اصولِ حدیث کی کتاب میں دیکھ لیتے کہ محدثینؒ کے یہاں جرح و تعدیل کے قبول کرنے کے بھی مستقل ضابطے ہیں جن کے تحت وہ جرح کو قبول کرتے ہیں۔

[۱۶] کیا خود مودودی صاحب نے جن جن پر تنقید کی ہے وہ سب بشری کمزوری کا ثمرہ ہے۔

[۱۷] کس قدر آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے یہ جملہ کہ ہر قسم کی کمزوریوں غلطیوں اور اسماء الرجال کے صحیح حالات معلوم نہ ہونے پر بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمام اسماء الرجال غلط نہیں یا قابلِ اعتماد ہے۔

کا سارا علم غلط ہے بلکہ ہمارا مقصد صرف یہ ظاہر کرتا ہے کہ جن حضرات نے رجال کی جرح و تعدیل کی ہے وہ بھی تو آخر انسان تھے۔ بشری کمزوریاں ان کے ساتھ بھی لگی ہوئی تھیں۔ کیا ضروری ہے کہ جس کو انھوں نے ثقہ قرار دیا وہ ثقہ ہو اور تمام روایتوں میں ثقہ ہو اور جسکو انھوں نے غیر ثقہ ٹھہرایا ہو وہ بالیقین غیر ثقہ ہو اور اس کی تمام روائیتیں پایۂ اعتبار سے ساقط ہوں پھر ایک ایک راوی کے حافظہ اور اس کی نیک نیتی اور صحت ضبط وغیرہ کا حال بالکل صحیح معلوم کرنا تو اور بھی مشکل[18] ہے۔ اور ان سب سے زیادہ مشکل یہ تحقیق کرنا ہے کہ ہر راوی نے ہر روایت کے بیان میں ان تمام جزئیات متعلقہ کو ملحوظ بھی رکھا ہے یا نہیں جو فقیہانہ نقطۂ نظر سے استنباط مسائل میں اہمیت رکھتی ہیں۔ یہ تو فنِ رجال کا معاملہ ہے۔ اس کے بعد دوسری اہم چیز سلسلہ اسناد ہے

۱۸ے پھر آخر وہ جملہ جو ابھی لکھا تھا کہ اسماء الرجال غلط نہیں ایک دل خوش کن فقرہ سے زیادہ اس کی کیا وقعت ہے اور اگر یہ سب امور جو مودودی صاحب لکھ رہے ہیں صحیح ہیں تو پھر آپ ہی بتلائیں کہ علم حدیث یا علم الرجال کو کس طرح قابل اعتماد مانا جائے۔

محدثین نے ایک ایک حدیث کے متعلق یہ تحقیق کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہر راوی[19] جس شخص سے روایت لیتا ہے آیا اس کا ہم عصر تھا یا نہیں۔ ہم عصر تھا تو اس سے ملا بھی تھا یا نہیں اور ملا تھا تو آیا اس نے یہ خاص حدیث خود اس سے سنی یا کسی اور سے سُن لی اور اس کا حوالہ نہیں دیا۔ ان سب چیزوں کی تحقیق انھوں نے اسی حد تک کی جس حد تک انسان کر سکتے تھے۔ مگر لازم نہیں کہ ہر ہر روایت کی تحقیق میں یہ سب امور ان کو ٹھیک ٹھیک ہی معلوم ہو گئے ہوں۔ بہت ممکن ہے کہ جس روایت کو متصل السند قرار دے رہے ہیں وہ درحقیقت منقطع ہو اور انھیں یہ معلوم نہ ہو سکا ہو کہ بیچ میں کوئی ایسا مجہول الحال راوی چھوٹ گیا ہے جو ثقہ نہ تھا۔ اور انھیں

---

[19] کیا آج بھی کسی روایت کی تحقیق میں اس قسم کی احتیاطیں اور تحقیقات ممکن عادی ہے یا نہیں اور اگر نہیں اور قطعاً نہیں تو پھر آج کسی روایت پر کیسے کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

[20] کسی چیز کے انسان کی امکانی حدود تک تحقیق کر لینے کے بعد پھر اس اگر مگر کا کیا مطلب ہے کسی واقعہ کی انتہائی امکانی تحقیق کے بعد اس پر بجز صحت کے اور بھی کوئی حکم لگایا جا سکتا ہے۔

معلوم نہ ہو سکا ہو...... یہ اور ایسے ہی بہت سے امور ہیں جن کی بنا پر اسناد اور جرح و تعدیل کے علم کو کلیتہً[21] صحیح نہیں سمجھا جاسکتا۔ یہ مواد اس حد تک قابلِ اعتماد[22] ضرور ہے کہ سنت نبوی اور آثار صحابہ کی تحقیق میں اس سے مدد لی جائے اور اس کا مناسب لحاظ رکھا جائے مگر اس قابل نہیں کہ بالکل اسی پر اعتماد کر لیا جائے۔

اس کے بعد تقریباً دو صفحے تک اسی پر زور دینے کے بعد کہ محدثین کی آراء ناقابلِ اعتماد ہیں لکھتے ہیں۔

اسناد کے علاوہ ایک اور کسوٹی بھی تھی جس پر وہ احادیث کو پرکھتے تھے...... یہ دوسری کسوٹی کونسی ہے۔ ہم اس سے پہلے بھی اشارۃً اس کا ذکر کئی مرتبہ کر چکے ہیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ تفقہ کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے

---

[21] اس لحاظ سے اب تک واقعی کوئی کامل مجدد پیدا نہیں ہوا اس لئے کہ اب تک جتنے بھی ناقص مجدد گذرے وہ علم حدیث اور اسماء الرجال کو قابل اعتماد ہی سمجھتے رہے اور اسلام کی اس مایۂ ناز چیز پر فخر کرتے رہے۔

[22] جب کہ نہ روایات پر جرح و تعدیل کا جو حکم لگایا ہے اس کی صحت یقینی نہ روایات کے متعلق جو انسانی حدود تک تحقیق کے بعد حکم لگایا گیا ہے۔ اس کی صحت یقینی پھر یہ اعتماد کیا؟

اس کے اندر قرآن اور سیرتِ رسول کے غائر مطالعہ سے ایک
خاص ذوق پیدا ہوجاتا ہے جس کی کیفیت بالکل ایسی
ہوتی ہے جیسے ایک پرانے[۲۳] جوہری کی بصیرت کہ وہ جواہر
کی نازک سے نازک خصوصیات تک کو پرکھ لیتی ہے اسکی
نظر بحیثیت مجموعی شریعتِ حقّہ کے پورے سسٹم پر ہوتی ہے
اور وہ اس سسٹم کی طبیعت کو پہچان جاتا ہے اس کے بعد
جب جزئیات اس کے سامنے آتی ہیں تو اس کا ذوق اسے
بتا دیتا ہے کہ کونسی چیز اسلام کے مزاج اور اسکی طبیعت

---

۲۳ اس چیز سے انکار نہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ خاص ذوق اسلاف محدثین میں سے کسی میں بھی پیدا نہ ہوا کہ ان کی جرح و تعدیل میں ان کی دیانت تقویٰ۔ محنت جفاکشی کے اعلیٰ صفات کے باوجود احتمالات باقی رہے۔ کسی کا مزاج بھی مزاجِ نبوت کے قریب نہ ہوا جس کی توثیق و جرح پر اعتماد کر لیا جاتا۔ اس دورِ فساد میں ہر وہ شخص جو اہل علم ہو یا کم از کم ایک ماہ قرآن و حدیث کا غائر مطالعہ کر چکا ہو جوہری بن جاتا ہے جس کے ثمرات مودودی صاحب خود بھی دیکھ رہے ہیں کہ مرزائی مشرقی وغیرہ سب اسی ذوق سے کام لیکر احادیث کی کثر بیونت کر رہے ہیں۔ کسی روشن دماغ کو قرآن پاک میں سور کے گوشت کی حرمت نہیں ملتی تو دوسرے اسلام کے مزاج شناسوں کو قربانی اسلامی فطرت کے خلاف ملتی ہے جس پر خود مودودی صاحب تنقیحات میں بہت ہلکے قلم سے رد کر چکے ہیں۔

سے مناسبت رکھتی ہے اور کونسی نہیں رکھتی۔ روایات پر جب وہ نظر ڈالتا ہے تو ان میں بھی یہی کسوٹی رد و قبول کا معیار بنجاتی ہے۔ اسلام کا مزاج عین ذاتِ نبوی کا مزاج ہے جو اسلام کے مزاج کو سمجھتا ہے اور جس نے کثرت کے ساتھ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کا گہرا مطالعہ کیا ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا مزاج شناس ہو جاتا ہے کہ روایات کو دیکھ کر خود بخود اس کی بصیرت اسے بتا دیتی ہے کہ ان میں سے کونسا فعل یا کونسا قول میری سرکار کا ہو سکتا ہے..... یہ اس لئے کہ اس کی روح روح محمدی میں گم اور اس کی نظر بصیرت نبویؐ کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر پہنچ جانے کے بعد انسان اسناد کا بہت زیادہ محتاج نہیں رہتا وہ اسناد سے مدد[۲۵] ضرور لیتا ہے مگر اس کے فیصلہ کا مدار اس پر

---

[۲۵] جب وہ اس کا محتاج ہی نہیں رہا پھر اس فعل عبث کی کیا ضرورت باقی رہی نہ خواہ مخواہ اسماء الرجال کی کتابوں میں درد سری کرتا پھرے۔ مانا کہ بڑی تفتیش و تلاش کے بعد اسے معلوم ہوگیا کہ یہ روایت تو بالکل ضعیف ہے مگر اس کا نبوی مزاج اسکو قبول کررہا ہے یا معلوم ہوگیا کہ سارے محدثین و فقہائے نے اس حدیث کو قابل اعتماد قرار دیدیا مگر موجودہ مجتہد کا اسلامی مزاج اس کو اسلام کے منافی سمجھ رہا ہے تو پھر اسکی تحقیق و تفتیش میں ایسا قیمتی زمانہ جس کا ایک ایک منٹ آج کل اہم ہے ایسے بیکار کام میں خرچ کرنے سے اضاعت وقت کے سوا اور کیا ہے۔

نہیں ہوتا۔ وہ بسا اوقات ایک غریب ضعیف منقطع السند مطعون فیہ حدیث کو بھی لے لیتا ہے اس لئے کہ اس کی نظر اس افتادہ پتھر کے اندر ہیرے کی جوت دیکھ لیتی ہے اور بسا اوقات وہ ایک غیر معلل غیر شاذ متصل السند مقبول حدیث سے بھی اعراض کر جاتا ہے اس لئے کہ اس جام زریں میں جو بادۂ معنی بھری ہوئی ہے وہ اسے طبیعت اسلام اور مزاج نبوی کے مناسب نظر نہیں آتی۔ یہ چیز چونکہ سراسر ذوقی ہے[۲۵] اور کسی ضابطہ کے تحت نہیں آتی نہ آسکتی ہے اس لئے اس میں اختلاف کی گنجائش پہلے بھی

---

۲۵ کس قدر انتہائی خطرناک چیز آپ اپنی جماعت کو پلا رہے ہیں گویا اب سارے علم حدیث کا مذاق ہر شخص کے اپنے ذوق پر رہ گیا۔ جو حدیث کسی کے ذوق کے موافق ہے ہزار محدثین اس کو ضعیف ناقابل اعتبار کہتے رہیں وہ قابل اعتماد ہے اور جو حدیث اپنے ذوق کے خلاف ہے بلا سے سارے محدثین اس کو صحیح کہا کریں نبوت کا مزاج تو اس کو قبول نہیں کرتا۔ صحت وضعف میں محدثین کی اندھی تقلید کی ہی اجازۃ دی جاسکتی ہے۔ جو شخص قرآن وحدیث کا گہرا مطالعہ کرے جس کی مقدار ایک ماہ سے کم ہرگز نہ ہو وہ اسلام کا مزاج شناس اور نبوی مزاج میں ایسا ڈھل جاتا ہے کہ اس کی روح روح محمدی میں گم ہو جاتی ہے۔ پھر سارے علم حدیث کا مدار اسکے ذوق پر رہ جاتا ہے۔ وہ اسناد کا محتاج بھی نہیں رہتا (باقی اگلے صفحہ پر

تھی اور اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔

(تفہیمات صفحہ ۲۹۷)

مولوی صاحب اس خوشنما مضمون کو غور سے پڑھیئے اشتعال کے جذبات سے علیحدہ ہو کر پڑھیئے۔ یہ سارا مضمون علم وحدیث کو فنا نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ سارے دین اسلام کو فنا کر رہا ہے قرآن پاک کی تفسیر کا مدار تو حدیث پر ہے اور احادیث کے مجموعہ کا یہ حشر کہ محدثین کے کلام پر نہ اسناد میں مدار رکھا جا سکتا ہے۔

خطرناک نتائج

ان مضامین کو پڑھ کر میری عقل حیران رہ جاتی ہے کہ مودودی صاحب اور ان سے زیادہ تعجب آپ جیسے حضرات پر کہ آج کل کے حالات بھی آپ حضرات کے سامنے ہیں۔ اللہ کا خوف، دیانت، تقویٰ، جتنا اس دور میں لوگوں میں ہے وہ بھی کوئی مخفی چیز نہیں علمی استعدادوں کا حال

(باقی گذشتہ صفحہ سے آگے) جس حدیث کو اس کا ذوق قبول کرے چاہے سارے محدثین وفقہاء اس کو رد کر دیں وہ اس کو قابل اعتماد قرار دے سکتا ہے اور جس کو اس کا ذوق رد کر دے چاہے سارے اسلاف فقہاء و محدثین اس کو اہل اعتماد قرار دے دیں وہ اس کو رد کر سکتا ہے یہ کیوں؟ اس لئے کہ اسلاف پرستی کا بت تو جماعت کو خاص طور سے توڑنا ہے آپ خود ہی سوچ لیں کہ اس نظریہ پر جو جماعت اٹھائی جائے گی وہ کہاں تک پہنچے گی۔

بھی کم از کم اہل مدارس سے تو مخفی نہیں۔ پھر یہ آزادی قرآن و حدیث سے استنباط میں کن مصالح سے دی جا رہی ہے۔

علمار راسخین کی جماعت تو اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ اس گمراہی میں مبتلا نہ ہوگی (اللہ تعالیٰ شانہ اپنے لطف و کرم سے اس گمراہی کے سمندر میں غرق ہونے سے ان کی حفاظت فرمائے) وہ انشاء اللہ کبھی بھی اس کی جرأت نہ کریں گے کہ اسلاف کی تحقیق کے خلاف کسی روایت کو قبول کریں یا رد کر دیں۔ اس لئے کہ جتنا بھی ان کے علوم میں رسوخ پیدا ہوتا جائے گا۔ ان کو اسلاف کی دقت نظر اسلام کے علوم کی گہرائی اور وسعت نظر اور احادیث کے بارے میں ان کی احتیاط کا جزم بڑھتا ہی چلا جائے گا۔ خود مودودی صاحب کو علمار کی اس حرکت پر بہت غصہ ہے وہ لکھتے ہیں:۔

> افسوس کہ علمار (الا ما شار اللہ) خود اسلام کی حقیقی روح سے خالی ہو چکے تھے ان میں اجتہاد کی قوت نہ تھی ان میں تفقہ نہ تھا۔ ان پر تو اسلاف کی اندھی اور جامد تقلید کا مرض پوری طرح مسلط ہو چکا تھا جس کی وجہ سے وہ ہر چیز کو ان کتابوں میں تلاش کرتے تھے جو خدا کی کتابیں نہ تھیں وہ ہر معاملہ میں ان انسانوں کی طرف رجوع کرتے تھے جو خدا کے نبی نہ تھے۔ بد قسمتی (بلکہ خوش قسمتی) یہ ہے کہ علمار اسلام کو اب تک اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوا ہے

قریب قریب ہر اسلامی ملک میں علماء کی جماعت اب بھی
اُسی روش پر قائم ہے اور اصرار و شدت کیساتھ قائم ہے
(تنقیحات صفحہ ۳۰ و ۳۱)

لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جو کم علم نو عمر طلبہ جن کی طبیعت میں بمقتضائے عمر خود رائی و تفوق کا جوش ہو یا پھر وہ علماء جن کا سرمایۂ علم بہترین تقریر و تحریر ہو یا پھر قوم کے لیڈر بالخصوص اخبارات کے ایڈیٹر جو عربی جاننے کے باوجود بھی قرآن فہمی میں اپنے آپ کو تنگ نظر مولویوں سے کہیں زائد سمجھتے ہیں۔ جب ان سب کو یہ زہر پلایا جائے گا کہ احادیث میں محدثین کی رائے پر مدار رکھنا غلط ہے ہم میں سے ہر شخص کو اپنے اپنے ذوق کے موافق احادیث کو راجح قرار دینا چاہیے چاہے وہ اسلاف کے خلاف ہوں چاہے موجودہ زمانہ کے علماء کے اس لئے کہ مجتہدین میں ہمیشہ اختلاف ہوتا ہی آیا ہے اور اسلاف پرستی کے بُت کو تو خاص طور سے توڑنا ہے۔ ایسی حالت میں آپ تھوڑے سے غور سے نہیں بلکہ بے سوچے ہی بتا دیجئے کہ ان بیچاروں کے دین کا کیا حشر ہوگا۔ بالخصوص تیسرا طبقہ جو پہلے ہی سے علماء کے قلادہ کو اپنی گردن سے نکالنے کے لئے ہر وقت سعی میں رہتا ہے جس کو اپنی روشن دماغی اور فکر قرآن پر خصوصیت سے ناز ہوتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ علوم قرآنی کو جتنا میں نے سمجھا اتنا نہ کسی پہلے آنیوالے نے سمجھا نہ آئندہ شاید کوئی سمجھے۔ ایسے لوگوں کو جب خاص طور سے

اس بنیاد پر اٹھایا جائے گا کہ اسلاف کی بات ماننا اسلاف پرستی ہے۔ اس بت کو خاص طور سے توڑنا ہے تو آپ غور کیجئے کہ یہ لوگ کہاں پہنچیں گے ان کو بار بار مختلف عنوانات سے جب یہ ذہن نشین کرایا جائے گا کہ اس وقت مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی بلکہ اصلی مصیبت یہی ہے کہ ان میں تفقہ فی الدین اور تدبر فی الکتاب وابستہ نہیں۔ ان سے کہا جائے گا کہ یہی جہالت (یعنی تدبر فی القرآن کی کمی)، ہم ایک نہایت قلیل جماعت کے سوا، مشرق سے مغرب تک مسلمانوں میں دیکھ رہے ہیں خواہ وہ ان پڑھ عوام ہوں۔ یا دستار بند علماء، یا خرقہ پوش مشائخ یا کالجوں کے تعلیم یافتہ حضرات، اسلام میں ایک نشاۃ جدیدہ کی ضرورت ہے پرانے اسلامی مفکرین و محققین کا سرمایہ اب کام نہیں دے سکتا تو مولانا آپ بتلائے کہ اس قسم کے ہفوات سے عوام پر جو زہر چڑھے گا اس کے لئے کونسا تریاق آپ کے پاس ہے۔

ایک جگہ ترکی پر نوحہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، ترکی قوم اسلام میں اس وقت داخل ہوئی جب مسلمانوں کے ذہنی انحطاط کا آغاز ہوچکا تھا۔ روح جہاد اگرچہ زندہ تھی مگر روح اجتہاد مردہ ہوچکی تھی، شریعت میں تقلید جامد کا غلبہ تھا۔ قرآن و سنت سے براہِ راست اکتساب علم رکھنے والے مفقود تھے۔ علماء زیادہ تر الفاظ کے گورکھ دھندوں میں پھنسنے والے کلام کی پیچیدگیوں میں الجھنے والے اور

متقدمین کے روندے ہوئے راستوں پر شرح و ایضاح کے چھکڑے چلانے والے تھے ۔ (تنقیحات صفحہ ۷۲)

وہ ابھی تک اصرار کر رہے تھے کہ ترکی قوم میں وہی فقہی قوانین نافذ کئے جائیں گے جو شامی کنز الدقائق میں لکھے ہوئے ہیں۔ خواہ اس اصرار کا نتیجہ یہی کیوں نہ ہو کہ ترک ان قوانین کے اتباع سے بھی آزاد ہو جائیں جو قرآن وسنت میں مقرر کئے گئے ہیں (تنقیحات ص۷۶)

کیا جناب کی بھی یہی رائے ہے کہ کنز و شامی میں قرآن و سنتِ رسول کے خلاف مسائل ہیں۔

نظام تعلیم کی اصلاح کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ

علوم اسلامیہ کو بھی قدیم کتابوں سے جوں کا توں نہ نیجئے بلکہ ان میں سے[1] متاخرین کی آمیزشوں کو الگ کر کے اسلام کے دائمی اصول اور حقیقی اعتقادات اور غیر متبدل قوانین لیجئے۔

قرآن اور سنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں ۔ ان کے

---

[1] قدیم کتابوں کے متاخرین آپ خود سمجھ لیجئے کون حضرات ہوئے اور حقیقی اعتقادات کا مفہوم کسی وقت شاید عرض کر سکوں جن کی طرف مودودی صاحب خود اپنی تحریرات میں اشارے کرتے ہیں کہ علم کلام میں بھی میرا خاص مسلک ہے ۱۲-

پڑھانے والے ایسے ہونے چاہئیں جو قرآن[1] و سنت کے مغز کو پاچکے ہوں۔ اسلامی قانون کی تعلیم بھی ضروری ہے۔ مگر یہاں بھی پرانی کتابیں کام نہ دیں گی۔
(تنقیحات ص ۱۲۶)

صدیوں سے ہماری مذہبی رہنمائی جس گروہ کے ہاتھ میں ہے اس نے اسلام کو ایک جامد و غیر متحرک چیز بنا دیا۔ (تنقیحات ص ۱۲۰)

کیا جناب کا خیال بھی یہی ہے کہ اسلام ایک متحرک چیز ہے جو زمانہ کے تغیرات کے ساتھ بدلتا رہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

ائمہ فقہ، متکلمین مفسرین اور محدثین رحمہم اللہ اجمعین کے علم و فضل اور ان کی جلالتِ[2] شان سے کون انکار

---

[1] اور ایسے لوگوں کا مرتبہ آپ ابھی پڑھ چکے ہیں کہ ان کا مزاج نبوت کا مزاج بن جاتا ہے۔ وہ پہلی نظر میں حدیث کو پرکھ لیتے ہیں۔ اسناد کے زیادہ محتاج نہیں رہتے۔ اپنے ذوق سے ایسی احادیث کو بھی رد کر سکتے ہیں جن کو محدثین نے صحیح کہا ہو اور ایسی احادیث کو بھی قبول کر سکتے ہیں جن کو محدثین نے ضعیف کہا ہو۔ ائمہ حدیث کی اندھی تقلید ان کا شیوہ نہیں ہوگا۔

[2] ان کی جلالت شان کا کیا فائدہ ہے جب ان کا قول قابل اعتماد نہیں

کرسکتا ہے۔ مگر وہ انسان تھے۔ اکتساب[1] علم کے وہی ذرائع رکھتے تھے جو عام انسانوں کو حاصل ہیں ان کے پاس وحی نہیں آتی تھی بلکہ وہ اپنی عقل وبصیرت کے ساتھ کلام اللہ وسنت رسول اللہ میں غور و فکر کرتے تھے اور جو اصول انکے نزدیک متحقق ہو جاتے تھے انھیں سے وہ قوانین وعقائد کے فروع مستنبط کرلیا کرتے تھے۔ ان کے یہ اجتہادات ہمارے لئے مددگار اور رہنما بن سکتے ہیں مگر بجائے خود اصلی اور منبع نہیں بن سکتے۔ (تنقیحات ص ۱۳۱)

---

[1] اگر مودودی صاحب ان حضرات کے اکتساب علم اور اس زمانہ کے طلبہ علوم کے احوال کا کسی وقت غور سے موازنہ کرلیتے تو شاید ایسی بات قلم پر آنا تو درکنار دل میں بھی جگہ نہ پکڑتی۔ آپ ناراض نہ ہوں تو آپ کو ایک مقولہ یاد دلاتا ہوں الفاظ سے آپ کو قائل اور محل یاد آجائے گا "حضرت بڑی دقت یہ ہے کہ کوئی حدیث تلاش کرنی ہو تو ہمیں حدیث کی کتابوں میں نہیں ملتی ایک حدیث کی ضرورت تھی بہت تلاش کی کہیں نہ ملی ایک قادیانی کی کتاب میں ملی" او کما قال۔ آپ انصاف سے فرمائیں یہ کسی خاص شخص پر اعتراض نہیں ہم لوگوں کی عمومی استعداد یہی ہے۔ اس پر یہ زور کہ ہر شخص حدیث پر تنقید کرنے لگے اندھی تقلید نہ کرے اسناد سے بے نیاز ہو کر قرآنی بصیرت سے بے دھڑک احادیث پر حکم لگائے۔ عقل حیران ہے کہ آپ ان چیزوں کو کیسے برداشت کر رہے ہیں۔

جب قرآن میں غور و فکر کرنا چھوڑ دیا گیا، جب احادیث کی تحقیق اور چھان بین بند ہو گئی، جب آنکھیں بند کر کے پچھلے مفسرین اور محدثین کی تقلید کی جانے لگی، جب پچھلے فقہاء اور متکلمین کے اجتہادات کو اٹل اور دائمی قانون بنا لیا گیا، جب کتاب و سنت سے براہِ راست اکتساب علم ترک کر دیا گیا اور جب کتاب و سنت کے اصول کو چھوڑ کر بزرگوں کے نکالے ہوئے فروع ہی اصل بنا لئے گئے تو اسلام کی ترقی دفعۃً رک گئی (تنقیحات ص ۱۳۱)

کبھی یہ نہ سمجھیں کہ وہ۔ (فقہاء، متکلمین، مفسرین اور محدثین) جو کچھ لکھ گئے وہ اٹل قانون ہے یا ان کی کتابوں نے ہم کو قرآن مجید میں غور و فکر اور احادیث نبوی کی تحقیق سے بے نیاز کر دیا یا اُن کے بعد کتاب و سنت سے براہِ راست اکتسابِ علم کا دروازہ بند ہو گیا۔

(تنقیحات ص ۱۳۵)

جب تک مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ قرآن و سنت تک بلا واسطہ دسترس حاصل نہ کرے گا اسلام کی رُوح کو نہ پا سکے گا نہ اسلام میں بصیرت حاصل کر سکے گا وہ ہمیشہ مترجموں اور شارحوں کا محتاج رہے گا اور اس طرح آفتاب کی روشنی اس کو براہ راست آفتاب سے کبھی مل سکے گی

بلکہ مختلف قسم کے رنگین آبگینوں کے واسطے سے ملتی رہے گی۔

(تنقیحات ص ۲۰۴)

قرآن کیلئے کسی تفسیر کی حاجت نہیں ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے جس نے قرآن کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہو اور جو طرز جدید پر قرآن پڑھانے اور سمجھانے کی اہلیت رکھتا ہو۔

(تنقیحات ص ۲۱۳)

چند ایسے فضلاء کی خدمات حاصل کی جائیں جو مذکورہ بالا علوم پر جدید کتابیں تالیف کریں خصوصیت کے ساتھ اصول فقہ احکام فقہ اسلامی معاشیات پر جدید کتابیں لکھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ قدیم کتابیں اب درس تدریس کے لئے کارآمد نہیں ہیں، ارباب اجتہاد کیلئے تو بلاشبہ ان میں بہت اچھا مواد مل سکتا ہے مگر انکو جوں کا توں لیکر موجودہ زمانے کے طلبہ کو پڑھانا بالکل بے سود[1] ہے (بحوالہ بالا صفحہ ۲۱۳)

اسلامی تحریک کی راہ میں دوسری رکاوٹ وہ جامد اور بے روح مذہبیت ہے جس کو آجکل اصل اسلام سمجھا جارہا ہے، اس غلط مذہبیت کا پہلا بنیادی

---

[1] کم از کم جناب تو اب ایک بے سود کام میں اپنے قیمتی اوقات کو ضائع فرمارہے ہیں کہ انھیں بے کار کتابوں کو ہر سال پڑھاتے ہیں ۱۲

نقص یہ ہے۔ دوسرا بنیادی نقص اس مسخ شدہ مذہبیت
میں یہ ہے کہ اس میں اجتہاد کا دروازہ بند ہے جس کی وجہ
سے اسلام زندہ تحریک کے بجائے محض عہد گذشتہ کی ایک
تاریخی تحریک بن کر رہ گیا ہے اور اسلام کی تعلیم دینے والی
درسگاہیں آثار قدیمہ کے محافظ خانوں میں تبدیل ہوگئیں۔

(ترجمان جلد ۱۷ عدد ۴ صـ۲۶۲)

مولانا ذرا انصاف سے غور تو کیجئے آخر آپ حضرات دنیا کو کہاں لے جا رہے ہیں۔ اس دورِ فساد میں جبکہ ہر شخص اغراض پرستی میں دیوانہ بنا ہوا ہے تو آپ ایسے دور میں احادیث کے مجموعہ کو ناقابل اعتماد قرار دے کر اسلاف کے منصوصات سے دنیا کو آزاد کر کے ان کو اجتہاد کی ترغیبیں دے رہے ہیں۔ سوچ تو لیجئے کہ پھر یہ آپ کا متحرک اسلام ہوائی جہاز بن کر کہاں پہنچے گا۔ اس کے ساتھ ایک نظر اس خطبہ پر بھی ڈال لیں جو مودودی صاحب نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی انجمن اتحاد طلبہ کے جلسہ میں دیا تھا کہ۔

لہ اس کی طرف میں ۳۷ میں آپ کی توجہ مبذول کرا چکا ہوں۔ ۱۲

ٹہ کم از کم مودودی حضرات کو تو ہرگز کسی ایسی درسگاہ میں ایک منٹ کے لئے بھی نہیں رہنا چاہئے جو محض آثارِ قدیمہ کی محافظ ہوں۔ یا ایہا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتاً عِندَ اللّٰہِ اَن تقولوا ما لا تفعلون۔

"اس سارے نظام تعلیم کو ادھیڑ کر از سرِ نو ایک دوسرا ہی
نظام تعلیم بنانا ہوگا (ترجمان شوال ۵۹ھ جلد ۱، اعداد ۴، ۵ صفحہ ۳۴۸)

اس کے بعد اس ساری اصلاحات کے ساتھ جن پر مودودی صاحب تعلیم و احادیث پر تنقید کے سلسلہ میں زور دے رہے ہیں خود مودودی صاحب کے الفاظ کی روشنی میں اپنے مسلک پر غور کیجئے۔ وہ لکھتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اخبار آحاد سے جو تفصیلات معلوم ہوتی ہیں وہ بھی کچھ نہ کچھ مختلف ہیں اور ان کی بنا پر متعدد مذہب نکلتے ہیں مگر اول تو ان میں بمشکل پانچ سات مذاہب نکلنے کی گنجائش ہے اور پھر ان سے جتنے مذہب بھی نکلتے ہیں ان میں سے ہر ایک کو کسی بالا تر اقتدار کی سند حاصل ہے جس کی قوت سے مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت اس کا اتباع کر رہی ہے۔ بخلاف اسکے اخبار احاد کو بالکلیہ رد کرنے کے بعد بے شمار مذاہب کی گنجائش نکل آتی ہے اور ان میں سے کسی کو بھی کوئی ایسی سند حاصل نہیں ہوتی جو زیادہ نہیں دو ہی مسلمانوں کو کسی ایک جزئیہ میں ایک طریقہ پر جمع کر دے نتیجہ اس کا بالکل ظاہر ہے (تفہیمات صفحہ ۳۱۵)

خدارا کچھ تو انصاف سے غور کیجئے۔ احادیث کو بالکلیہ ترک

کرنے میں جس شدید مضرت کا مودودی صاحب خود اعتراف کر رہے ہیں احادیث کے جرح و تعدیل میں اس وسعت کے بعد جو مودودی صاحب اس زمانہ کے نونہالوں کو بخش رہے ہیں کونسی حدیث کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ مجموعہ رد کرنے کو مودودی صاحب خطرناک سمجھتے ہیں۔ لیکن جب ہر ہر حدیث کو رد کیا جا سکتا ہے پھر مجموعہ کے رد نہ کرنے کی حقیقت تسلی آمیز الفاظ کے سوا کیا رہی۔ جب محدثین و مجتہدین اور اسلاف کے بالاتر اقتدار کی سند کو مودودی صاحب خود مٹا رہے ہیں پھر امکان کے درجہ میں بھی اس کا تصور باقی رہ سکتا ہے کہ اس دور فساد و ہوا پرستی میں اسلام میں لاکھوں کروڑوں مذاہب پیدا نہیں ہو جائیں گے؟ آپ نہ فرمائیں کہ اس زمانہ میں متعارف غیر مقلدین میں کونسے ہزاروں مذہب پیدا ہو گئے اس لئے کہ وہ جماعت صرف مجتہدین کے تقلید سے انکار کرتی ہے۔ محدثین کی بالادستی اور ان کے فیصلہ سے باہر نکلنے کا ارادہ نہیں کرتی اور آپ اپنی جماعت کو دونوں کے اقتدار و اتباع سے نکال رہے ہیں۔ مودودی صاحب نے اپنا آخری فیصلہ جو تفہیمات طبع چہارم ص۳۰۰ میں نظر ثانی اور اصلاح کے بعد شائع فرمایا ہے یہ ہے کہ

> تفقہ مجتہد میں بھی خطا کا امکان ہے اور اسنادِ حدیث میں بھی۔ پس میرے نزدیک لازم ہے کہ ایک ذی علم آدمی مجتہدین کے اجتہادات اور احادیث کی روایات

دونوں میں نظر کرکے حکم شرعی کی تحقیق کرتا رہے وہ لوگ جو حکمِ شرعی کی خود تحقیق نہیں کرسکتے تو ان کے لئے یہ بھی صحیح ہے کہ کسی عالم پر اعتماد کریں اور یہ بھی صحیح ہے کہ جو مستند حدیث مل جائے اس پر عمل کریں۔

سابقہ مجتہدین اور محدثین میں تو خطا کا امکان ہر ہر قدم پر ہے لیکن اس خیر القرون کے معصومین عن الخطاء کو حق ہے کہ مجتہدین کے جس اجتہاد کو چاہے رد کردیں اور محدثین کی کسی بھی تحقیق کو صرف امکان خطا کی بنا پر پسِ پشت ڈالدیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ جو خود تحقیق نہیں کرسکتا وہ جس مستند حدیث پر چاہے عمل کرلے جب وہ خود تحقیق نہیں کرسکتا تو اس کو حدیث کا مستند ہونا کیسے معلوم ہوگا۔ اور مستند ہونے کے بعد اس کا مأول یا منسوخ ہونا کیسے معلوم ہوگا اور اس کو آپ ہی سمجھ سکتے ہیں کہ مودودی صاحب کے اس آخری اور حتمی فیصلہ کے بعد جو انھوں نے مجتہدین اور محدثین میں امکان خطا کے بعد فرمایا ہے۔ مودودی صاحب کو اگر کوئی شخص ترقی یافتہ غیر مقلد کہے تو آپ حضرات جو مدعی سست گواہ چست کے مصداق ہیں۔ کیوں اس کی تردید کرتے پھرتے ہیں۔

مودودی لٹریچر میں دین وعبادت کا استہزاء

(۵) پانچویں چیز جس کی طرف میں جناب کی خصوصی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ دین اور عبادت کا استہزاء، اہل دین اور علماء کی اہانت ہے۔ لٹریچر کی کوئی کتاب اٹھا لیجئے اس تکفرہ سے خالی نہ ملے گی۔ آپ ہی غور کیجیے کہ یہ بات ایک عام مسلمان کے لئے بھی قابلِ برداشت نہیں چہ جائیکہ کسی عالم سے کیا احیائے دین اسی کا نام ہے کہ دین کی باتوں کا مذاق اڑایا جائے۔

میں ہر نمبر میں صرف نمونہ کے طور پر چند مثالوں پر اکتفاء کرتا ہوں اسلئے کہ بقول خود جناب نے سارا لٹریچر ملاحظہ فرمایا ہے اسلئے چند نمونوں پر بندہ کے توجہ دلانے سے جناب خود خیال فرمالیں گے کہ اس نوع کے بیسیوں مثالیں آپ کو ملیں گی غور سے ملاحظہ فرمائیں مودودی صاحب کہتے ہیں۔

آپ اس نوکر کے متعلق کیا کہیں گے جو آقا کی مقرر کی ہوئی ڈیوٹی پر جانے کے بجائے ہر وقت بس اسکے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رہے اور لاکھوں مرتبہ

اس کا نام جپتا چلا جائے۔ آقا اس سے کہتا ہے کہ جا فلاں آدمیوں کا حق ادا کر مگر یہ جاتا نہیں بلکہ وہیں کھڑے کھڑے آقا کو جھک جھک کر دس سلام کرتا ہے اور پھر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے آقا اسے حکم دیتا ہے کہ جا فلاں فلاں خرابیوں کو مٹا دے مگر یہ ایک انچ وہاں سے نہیں ہٹتا اور سجدے پر سجدے کئے جاتا ہے۔ آقا حکم دیتا ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دے یہ حکم سنکر بس وہیں کھڑے کھڑے نہایت خوش الحانی کے ساتھ چور کا ہاتھ کاٹ دے چور کا ہاتھ کاٹ دے بیسیوں مرتبہ پڑھتا رہتا ہے مگر ایک دفعہ بھی اس نظام حکومت کے قیام کی کوشش نہیں کرتا جس میں شرعی حدود جاری ہوں۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ شخص حقیقت میں آقا کی بندگی کر رہا ہے۔ آپ کا کوئی ملازم یہ رویہ اختیار کرے تو میں جانتا ہوں کہ آپ اسے کیا کہیں گے مگر حیرت ہے آپ پر کہ خدا کا جو نوکر ایسا کرتا ہے آپ اسے بڑا عبادت گذار کہتے ہیں . . . . یہ غلط فہمی صرف اس وجہ سے ہے کہ آپ عبادت کا صحیح مطلب نہیں جانتے۔ (خطبات ص ۷۷)

یہ تو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ مثال صرف اسی تحریف پر صحیح ہو سکتی ہے جو مودودی صاحب نے عبادت کے معنی میں کر رکھی ہے بلکہ حقیقت میں تو جب صحیح ہو سکتی ہے جب کہ اسکے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رہنا یا سجدہ پر سجدہ کرنا وغیرہ امور ڈیوٹی سے نکال دیئے جائیں اور اگر یہ بھی ڈیوٹی کے اجزاء ہیں، تو پھر آپ ہی بتائیں کہ یہ مثال کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ لیکن اس سے قطع نظر اس وقت تو مجھے جس طرف توجہ دلانا ہے وہ یہ ہے کہ یہ آخر کن لوگوں کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ کن اکابر کو احمق اور بیوقوف بنایا جا رہا ہے۔ کن ارشادات نبویہ پر بھپتی اڑائی جا رہی ہے۔

دین اور عبادت کے متعلق چند آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ

کیا لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَاهُ الَّذِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا[۴۷]

(الحدیث للبخاری) جمع الفوائد صفحہ ۱۱۹

اس کے سوا کچھ اور ہے جس کا مذاق اڑ گیا۔ کیا وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا[۴۸]۔ اس کے سوا کچھ اور ہے کہ ہاتھ باندھے کھڑے رہیں یا سجدہ میں پڑے رہیں۔ کیا یہ

صحیح نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے ارشاد فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے انہوں نے عرض کیا کہ جنت میں حضورؐ کی رفاقت نصیب ہو جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اعنی علیٰ نفسک بکثرۃ السجود[٤٩] (مسلم وابی داود) فرمایا تھا یا یہ فرمایا تھا جا کر چور کا ہاتھ کاٹ دے گیا۔ عَنْ مَّعْدَ انَ لَقِیْتُ ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ اَعْمَلُہٗ یُدْخِلُنِیَ الْجَنَّۃَ اَوْ قَالَ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ فَسَکَتَ ثُمَّ سَاَلْتُہٗ فَسَکَتَ ثُمَّ سَاَلْتُہُ الثَّالِثَۃَ فَقَالَ سَاَلْتُ عَنْ ذٰلِکَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلَیْکَ بِکَثْرَۃِ السُّجُوْدِ[٥٠]

(الحدیث لمسلم والترمذی والنسائی)

کیا لاکھوں مرتبہ اس نام کا جپنا جس کا اکثر مرتبہ نام لینے سے زبان میں لذت دل میں سرور، دماغ میں سکون پیدا ہوتا ہے ایسی کڑوی چیز تھی جس کو دنیوی آقا کی آقا آقا چلاتے رہنے کی بدمزہ چیز سے تشبیہہ دی گئی۔ اگر وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ میں کوئی تحریف کی جاسکتی ہے تو اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَکَرَنِیْ وَتَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاہُ اور لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رُطَبًا مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ اور اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ کے جواب میں اَنْ تَمُوْتَ وَلِسَانُکَ رُطَبٌ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ تو اس کا پاک نام جپنے میں صاف ہیں۔ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَاَزْکٰہَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَاَرْفَعِہَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ وَخَیْرٌ لَّکُمْ

مِنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَخَیْرٌ لَّکُمْ مِّنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ ذِکْرُ اللّٰهِ[۵۳] میں تو کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں یہاں تو اللہ کے ذکر کو سونا، چاندی خرچ کرنے سے اور جہاد سے بھی افضل فرمادیا۔ کیا سینکڑوں حدیثیں اللہ کے پاک نام کی کثرت میں وارد نہیں ہوئی کیا حدیث ہیں۔ مَنْ عَجَزَ مِنْکُمْ عَنِ اللَّیْلِ اَنْ یُّکَابِدَهٗ وَبَخِلَ بِالْمَالِ اَنْ یُّنْفِقَهٗ وَجَبُنَ عَنِ الْعَدُوِّ اَنْ یُّجَاهِدَهٗ فَلْیُکْثِرْ ذِکْرَ اللّٰهِ[۵۴] وارد نہیں ہوا۔ کیا اس میں اللہ کا نام جپنے کے علاوہ کوئی دوسری چیز مراد ہو سکتی ہے۔

اسی طرح چور کا ہاتھ کاٹ دے چور کا ہاتھ کاٹ دے کا مودودی صاحب مذاق اڑائیں اور آپ لوگوں کو ایسے مضامین کے پڑھنے کی کثرت سے ترغیبیں دیں۔ لیکن جس کے نوکر ہیں اس نے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا میں اس حکم کے ترتیل سے پڑھنے کا حکم ہی دیا ہے۔ اس کے پاک رسول نے کیا۔ عَلَیْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ ذِکْرٌ لَّكَ فِی السَّمَاءِ وَنُوْرٌ لَّكَ فِی الْاَرْضِ[۵۵] ارشاد نہیں فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک کو اہل دنیا کے احکام کے ساتھ تشبیہ دینا روح قرآن سے انتہائی ناواقفیت کی دلیل ہے۔ دنیا کے احکام صرف

عمل کے لیئے دیئے جاتے ہیں سوا ء عمل کرنے کے انکی اپنی کوئی قیمت نہیں ان کو اگر کوئی نوکر آقا کے پاس کھڑے ہوکر بار بار پڑھتا رہے تو یقیناً تمسخر ہے لیکن کیا قرآن پاک بھی ایسا ہی حکم ہے۔ کیا خود قرآن پاک اور احادیث کثیرہ میں قرآن پاک کے بار بار پڑھنے کی انتہائی ترغیب و تحریص نہیں ہے کیا اسکی دن رات تلاوت کو لاحسد الافی اثنین میں قابل رشک نہیں قرار دیا گیا، کیا اس کے ایک ایک حرف کی تلاوت پر دس دس نیکیوں کا وعدہ نہیں کیا گیا۔

اصل یہ ہے کہ مودودی صاحب ان سب چیزوں کی لذت سے آشنا ہی نہیں ہیں۔ ان کی لذت کسی کی جوتیاں سیدھی کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور مودودی صاحب کے لئے فکر اسلامی میں اور اقامت دین کی خاطر کسی کی جوتیاں سیدھی کرنا صنم پرستی کے مشابہ ہے تو پھر وہ ان چیزوں کے مغز تک کہاں پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن جناب کے متعلق تو یہ خیال نہ تھا کہ آپ بھی ایسی واضح چیزوں میں ان کے ہمنوا بن جائیں گے۔ اگر یہ تاویل کی جائے کہ اصل مقصد ان چیزوں کا تمسخر نہیں ہے۔ بلکہ اپنے خیال کے موافق جس چیز کو سب سے اہم سمجھ رکھا ہے اسکی تاکید مقصود ہے تو اوّل تو آپ خود ہی سمجھ لیجئے کہ وہ ان ارکان مقصودہ مستقلہ کے برابر نہیں ہے اور اگر جمہور کی رائے کے خلاف مودودی صاحب کو اسی پر اصرار ہے تو پھر بھی ان عبادات مقصودہ کا استہزا تو اسلامی شان

کے بالکل خلاف ہے پھر یہ کہ اس قسم کی ایک دو مثالیں نہیں ہیں۔ مختلف انداز سے مودودی صاحب ان عبادات پر طنز کرتے ہیں۔

امام مہدی علیہ السلام کے متعلق مودودی صاحب کی تحقیقات!

اسی طرح مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

مسلمانوں میں جو لوگ الامام المہدی کے آنے کے قائل ہیں وہ بھی ان متجددین سے جو اس کے قائل نہیں ہیں اپنی غلط فہمیوں میں کچھ پیچھے نہیں ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ امام مہدی کوئی اگلے وقتوں کے مولویانہ وصوفیانہ وضع قطع کے آدمی ہوں گے۔ تسبیح ہاتھ میں لئے یکایک کسی مدرسہ یا خانقاہ کے حجرہ سے برآمد ہونگے آتے ہی الامام المہدی کا اعلان کر دیں گے علماء و مشائخ کتابیں لئے ہوئے پہنچ جائیں گے۔ اور لکھی ہوئی علامتوں سے ان کے جسم کی ساخت وغیرہ کا مقابلہ کر کے انہیں شناخت کریں گے۔ پھر بعیت ہو گی اور اعلان جہاد کر دیا جائے گا۔ چلے کھینچے ہوئے درویش اور سب پرانے طرز کے بقیۃ السلف ان کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے، تلوار تو محض شرط پوری کرنے کیلئے

برائے نام چلانی پڑے گی۔ اصل میں سارا کام برکت
اور روحانی تصرف سے چلے گا۔ پھونکوں اور وظیفوں
کے زور سے میدان جیتے جائیں گے۔ جس کافر پر نظر
مار دیں گے تڑپ کر بیہوش ہو جائے گا اور محض بددعا
کی تاثیر سے ٹینکوں اور ہوائی جہازوں میں کیڑے
پڑجائیں گے۔ عقیدہ ظہور مہدی کے متعلق عام لوگوں
کے تصورات کچھ اسی قسم کے ہیں الخ طویل لاطائل
عبارۃ تجدید و احیاء دین صفحہ ۳۲

اس قسم کے تصورات کو اور زیادہ بھیانک صورت اور مضحکہ خیز
الفاظ میں تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ لیکن حدیث کا وہ مبتدی جس نے
کم از کم حدیث کی وہ کتابیں پڑھی ہوں گی جو داخل نصاب ہیں
وہ آخر کیا اس مضمون سے انگشت بدنداں نہ رہ جائے گا وہ کیا اسے
نہ سمجھے گا کہ مودودی صاحب لوگوں کے تصورات کا نام لے کر
ایسی احادیث کے مضمون پر طنز کر رہے ہیں جس کو ائمہ حدیث
نے قابلِ اعتماد قرار دیا۔ اگر میں اسی جگہ مہدی کی احادیث کو
جمع کروں تو مستقل ایک دفتر ان کا بن جائے گا۔ لیکن آپ کی
نظر سے تو آخر گذری ہی ہوں گی۔

امامِ مہدی کے متعلق چند احادیث

مولیانہ وصوفیانہ
وضع قطع کے متعلق

اگر دارانی کی روایت عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ حُذَیْفَةُ فَقَامَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَیْنٍ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ بِنَا حَتّٰی نَعْرِفَهٗ قَالَ هُوَ رَجُلٌ مِّنْ وُّلْدِیْ کَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ عَلَیْهِ عُبَایَتَانِ قَطْرَانِیَّتَانِ وَفِیْ رِوَایَةٍ خَاشِعٌ لَهٗ خُشُوْعَ النَّسْرِ بِجَنَاحَیْهِ عَلَیْهِ عُبَایَتَانِ قَطْرَانِیَّتَانِ اور ابو نعیم کی روایت عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ مَرْفُوْعًا اَلْمَهْدِیُّ وَلَدِیْ ابْنُ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً کَاَنَّ وَجْهَهٗ کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ فِیْ خَدِّهٖ - قَالَ اَسْوَدُ عَلَیْهِ عُبَایَتَانِ قَطْرَانِیَّتَانِ (الاشاعة ص۳۵ وفتاوی حدیثیہ ص۲۸)

ابو نعیم کی دوسری روایت اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَخْرُجُ الْمَهْدِیُّ وَعَلٰی رَاْسِهٖ عِمَامَةٌ ص۵۸ (الحدیث) وغیرہ روایات پر کوئی کلام بھی کر دے تو اس سے دنیا میں کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ امام مہدی ہادی امت و مقتدائے ملت ہیں اور اب دنیا کی کسی قوم کو دیکھ لیجئے مسلمانوں کی خصوصیت نہیں یہودی النصاری، پارسی، بت پرست، غرض جتنی بھی دنیا میں قومیں آباد ہیں۔ باوجود مذاہب کے انتہائی اختلاف کے یہ ایک چیز آپ سب میں مشترک پائیں گے کہ انکے مذہبی رہنماؤں کا لباس وہی مولویانہ صوفیانہ ملے گا۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ باوجود عقائد و اعمال کے اختلاف کے مقتدایانہ لباس میں اس کی واضح دلیل ہے کہ مقتدائیت میں اس لباس کو یقیناً کوئی دخل ہے کہ اسمیں اختلاف نہیں ملتا اسلئے

اگر ایک بھی روایت نہ ہوتی تب بھی امام مہدی کا لباس یقیناً مولویانہ صوفیانہ ہوتا۔

اصل بات یہ ہے کہ مودودی صاحب دل سے مہدی بننا چاہتے ہیں اور مقتدایانہ سیرت سے اپنی لیڈری کی وجہ سے عاجز ہیں اس لئے بجائے اسکے کہ وہ خود اس بابرکت تمدن کو اختیار کرتے ہر جگہ محل بے محل اس کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ انبیاء کرام اور معروف اولیاء کرام کو لیڈر لیڈر کے عنوان سے تعبیر کر کے اس تمدن سے لوگوں کے اذہان کو ہٹائیں جو مقتدایانہ تمدن کے مناسب ہے۔

اسی طرح کیا ہذا خلیفہ اللہ المہدی وغیرہ الفاظ کی متعدد روایات آپ کی نظر سے نہیں گذریں۔

اسی طرح اگر ان کے جسم کی علامات پہچاننے کے لئے نہیں ہیں تو پھر کیوں بیسیوں روایات میں ان کے جسم کی ساخت ذکر کی گئی ہے ان کا چہرہ ان کا خدوخال ان کی پیشانی ان کی ناک وغیرہ کا ذکر صحاح کی روایات میں فضول ہی وارد ہوا ہے۔ یہ علامات آخر ان کے پہچاننے ہی کے واسطے وارد ہوئی ہیں یا ویسے ہی بے فائدہ ذکر کی گئی ہیں۔

کیا ابوداؤد شریف کی روایت میں فَيُبَايِعُوْنَهٗ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ کی تصریح نہیں ہے پھر مودودی صاحب بیعت پر کیوں طنز کرتے ہیں۔

اسی روایت ہیں۔ اِذَا رَاَی النَّاسُ اَتَاہُ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعَصَائِبُ اَھْلِ الْعِرَاقِ وارد نہیں ہوا۔ کیا یہ ابدال وعصائب کی جماعت درویش اور پرانے طرز کے بقیۃ السلف نہیں ہیں۔

دوسری روایت ہیں یَخْرُجُ الْاَبْدَالُ مِنَ الشَّامِ وَاَشْبَاھُھُمْ وَیَخْرُجُ اِلَیْهِ النُّجَبَاءُ مِنْ مِصْرَ وَعَصَائِبُ اَھْلِ الْمَشْرِقِ وَاَشْبَاھُھُمْ حَتّٰی یَاتُوْا مَکَّةَ فَیُبَایِعَ لَهٗ بَیْنَ الرُّکْنِ وَالْمَقَامِ[٦٠] (الحدیث) یہ سب کی سب بقیۃ السلف صوفیا اور مشائخ کی جماعت نہیں ہے تو کیا ہے۔؟

امام مہدی کے زمانہ میں برکات کے متعلق تو مودودی صاحب نے اس مضمون میں خود ہی اعتراف کرلیا کہ آسمان دل کھول کر اپنی برکتوں کی بارش کرے گا اور زمین اپنے پیٹ کے سارے خزانے اگل دے گی۔ میں کہتا ہوں پھونکوں اور وظیفوں کا نمبر تو بعد کا ہے صرف نعرۂ تکبیر سے بھی میدان جیتے جائیں گے۔ کیا مسلم شریف کی روایت فَاِذَا جَاءُوْھَا نَزَلُوْا فَلَمْ یُقَاتِلُوْا بِسِلَاحٍ وَّلَمْ یَرْمُوْا بِسَھْمٍ قَالُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ فَیَسْقُطُ اَحَدُ جَانِبَیْھَا ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ الثَّانِیَةَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ فَیَسْقُطُ جَانِبُھَا الْاٰخَرُ الخ[٦١] .... کو آپ موضوع فرماتے ہیں جس کافر پر نظر پڑے گی تڑپ کر بیہوش ہو جائے گا۔ امام مہدی کا قصہ میں میری نظر سے نہیں گزرا۔ لیکن چونکہ مودودی صاحب اس سارے مضمون

میں احادیث کے مضامین ہی کا مذاق اڑا رہے ہیں اس لئے ممکن ہے
یہ بھی کسی حدیث میں ہو جو میری نظر سے نہ گزری ہو اور ممکن ہے
کہ اس زمانہ میں حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کے متعلق
اِذَارَاٰہُ عَدُوُّ اللہِ ذَابَ کَمَا یَذُوْبُ الْمِلْحُ فِی الْمَاءِ[۶۲]
وارد ہوا ہے اور دوسری حدیث میں لَا یَحِلُّ لِکَافِرٍ یَجِدُ رِیْحَ
نَفْسِہٖ اِلَّا مَاتَ[۶۳] وارد ہوا ہے یہ نظر التفات انہیں احادیث کی
کی طرف ہوئی ہو۔ بددعا سے ٹینکوں میں کیڑے پڑیں یا نہ پڑیں
لیکن اگر سراقہ کا گھوڑا سخت زمین میں پیٹ تک دھنس سکتا ہے
اور حنین میں شاہت الوجوہ کہہ کر مٹی پھینکنے سے ہر کافر کی آنکھ
میں وہ گھس سکتی ہے اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کی لکڑیاں روشن
ہو سکتی ہیں کھانوں میں سے تسبیح کی آواز صحابہ سن سکتے ہیں اگر
سفینہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شیر راستہ بتا سکتا ہے
اگر حضرت سعید کی بددعا سے ان پر جھوٹا دعویٰ کرنے والی
عورت اندھی ہو سکتی ہے اگر حضرت سعد کی بددعا سے ان پر
جھوٹا الزام لگانے والا گوناگوں مصائب کا شکار ہو سکتا ہے۔
اگر غزوہ بدر میں بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُرْدِفِیْنَ ؀ سے مدد ہو سکتی
ہے نُصِرْتُ بِالصَّبَاءِ وَاُھْلِکَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ دبور میں ہواؤں سے
میدان جیتا جا سکتا ہے۔ تو پھر امام مہدی کے زمانہ میں دعا یا بددعا
سے کسی قسم کے انتفاع میں کونسا ایسا استحالہ ہے جس کی وجہ سے

یہ چیزیں امام مہدی کے متعلق غلط تصورات کی فہرست میں داخل ہوگئیں اور ان کو اس کا مذاق اڑانا پڑا۔

مولانا ذرا انصاف سے سوچئے اس طویل عبارت کو جو مودودی صاحب نے اس جگہ لکھی ہے دین سے ناواقفیت احادیث سے بے خبر طبقہ اس کو پڑھ کر ان کی صاف گوئی اور روشن دماغی کی داد دیدے۔ ان کو دقیانوسی اور اوہام پرستی سے دور کہہ کر خوش ہولیں۔ لیکن جن لوگوں کی نگاہ میں یہ بات بھی ہوگی کہ یہ مضحکہ ملاؤں یا بقیۃ السلف کا نہیں ہو رہا ہے بلکہ براہ راست احادیث نبویہ کا ہو رہا ہے تو ان کے دل پر کیا گذرتی ہوگی۔ اور پھر جب وہ یہ بھی دیکھیں گے کہ آپ جیسے اہل علم ان مضامین سے آنکھ بند کرکے لوگوں کو ان کتب کے دیکھنے کی ترغیب دے رہے ہیں تو کیا وہ یہ نہ سمجھیں گے کہ مودودی صاحب کے کلام کی وقعت آپ کی نگاہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔

جاہلیت راہبانہ

اسی طرح مودودی صاحب جاہلیت راہبانہ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ

یہ دنیا اور یہ جسمانی وجود انسان کے لئے ایک دار العذاب ہے۔ انسان اور اس دنیا کی چیزوں سے جتنا تعلق رکھے گا اتنا ہی گندگی سے آلود ہوگا۔

نجات کی صورت اس کے سوا کوئی نہیں کہ اس زندگی
کے بکھیڑوں سے قطع تعلق کیا جائے خواہشات
کو مٹایا جائے لذآت سے کنارہ کشی کی جائے اپنے
اس دشمن یعنی نفس و جسم کو مجاہدات و ریاضات
کے ذریعہ اتنی تکلیفیں دی جائیں کہ روح پر اس کا
تسلط قائم نہ رہ سکے اس طرح روح ہلکی اور پاک
ہو جائے گی اور نجات کے بلند مقام پر اڑنے کی طاقت
حاصل کرلے گی (ترجمان ۱۷ عدد ۴ ص ۲۷۴)

یہ طویل مضمون نہ صرف احادیث بلکہ آپ ہی ارشاد فرمائیے
کہ کیا آیات قرآنیہ کے بھی خلاف نہیں ہے کاش اس مضمون کے
بعد اس ناکارہ کے رسالہ فضائل صدقات حصہ سوم میں اس مضمون
سے متعلق مختصر طور پر آیات اور احادیث نبویہ کا مطالعہ فرمالیں
کیا یہی وہ تجدیدی کارنامہ اور اسلام کا نیا نظر و فکر ہے جو آپ
مسلمانوں میں پھیلانا چاہتے ہیں کیا یہ اسلام پر کھلا افترا نہیں
ہے کہ دنیا سے قطع تعلق کو راہبانہ جاہلیت سے تعبیر کیا جائے کیا
زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ
وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ
(الآیة) میں ان چیزوں سے تعلق بڑھانے کی ترغیب دی گئی ہے
یا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کہہ کر قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ

مِنْ ذٰلِکُمْ سے ان چیزوں سے قطع تعلق کی ترغیب نہیں دی گئی کیا
وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ میں وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَۃُ
خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ[25] میں بے عقلوں کو تنبیہ نہیں
ہے۔ کیا اموال و اولاد کو قرآن پاک میں فتنہ نہیں کہا گیا۔

لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِہٖ اَزْوَاجًا مِّنْھُمْ زَھْرَۃَ الْحَیٰوۃِ
میں[26] دنیوی لذات کی طرف نظر بھر کر دیکھنے کی بھی ممانعت نہیں کی گئی
کیا دنیوی زندگی سے دھوکا کھانے کی بار بار ممانعت نہیں کی گئی کیا
اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی[27]
میں خواہشات نفسانیہ کے روکنے پر جنت کی بشارت نہیں دی گئی
کیا سینکڑوں احادیث میں یہ مضمون وارد نہیں ہوئے۔ جن کو
مودودی صاحب جاہلانہ راہبیت کہتے ہیں کیا مسلم شریف کی روایت
اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ موضوع حدیث ہے
کیا مشکوٰۃ شریف کی دوسری روایت میں اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ
وَسَنَتُہٗ وَاِذَا فَارَقَ الدُّنْیَا فَارَقَ السِّجْنَ وَالسَّنَۃَ وارد
نہیں ہوا۔ مودودی صاحب کی یہ ایک خصوصی عادت ہے وہ
احادیث کے مضامین کو یہ کہہ کر لوگوں کا خیال ہے " مذاق
اڑایا کرتا ہے تاکہ حدیث کا لفظ سنکر لوگ شروع ہی سے نہ
بدک جائیں۔ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے مفتیان
تو گردن زدنی کے قابل ہیں کہ وہ مودودی صاحب کی شان میں

گستاخیاں کررہے ہیں لیکن آپ جیسے اہل علم کی آنکھوں پرکیوں پٹیاں بندھ گئیں۔ آپ کی زبانیں کیوں گونگی ہوگئیں کہ کھلم کھلا قرآن پاک اور احادیث صحیحہ کے مضامین کولوگوں کے خیال کی طرف منسوب کرکے ان کا مذاق اڑایا جارہا ہے اور آپ ہیں کہ خاموش ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ ان مضامین کی اپنے قول وفعل سے تائید کریں کیا اس سے آپ انکار فرما سکتے ہیں کہ راہبانہ جاہلیت کے سلسلہ میں جہاں جہاں بھی لٹریچر میں اشارۃً یا صراحۃً کیچڑ اچھالا گیا ہے۔ کیا وہ براہ راست احادیث کے مضامین پر نہیں اچھالا گیا۔؟

جاہل لوگ جو اہل دین سے ہمیشہ برگشتہ رہا کرتے ہیں ان مضامین کی پڑھ کر خوش ہوتے ہیں کہ دینداروں پر خوب جرح، بڑا بے لاگ لکھنے والا ہے۔ اہل علم کو ان چیزوں کے پڑھنے کی فرصت نہیں ہے لیکن آپ خود ہی غور فرمائیں کہ قرآن وحدیث کے خلاف مضامین جب اس علم کی نظر سے گذریں گے۔ تو وہ کب تک خاموش رہ سکتے ہیں۔ صرف اسی ایک مضمون کو جو اس جگہ مختصراً ذکر کیا گیا ہے اور اس کو رہبانیت جاہلانہ کا زریں لقب عطا کیا گیا ہے اسے کتب حدیث کی کتاب الرقاق اور کتاب الزہد کی احادیث دیکھنے کے بعد پڑھیں۔ مجھے کامل یقین ہے کہ آپ خود بھی سکوت نہ کرسکیں گے۔ کیا نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى میں خواہشات روکنے

کا ذکر نہیں ہے۔ کیا صحیحین کی روایت حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوٰتِ[۴۱]
نہیں پھر کیا غلط کہا جس نے یہ کہا کہ نجات کی صورت اس کے
سوا نہیں کہ خواہشات کو مٹایا جائے اور اگر یہ تاویل کی جائے
کہ مودودی صاحب کے کلام میں خواہشات یہ مراد نہیں تو پھر
کیا مِمَّا اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِيْ مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِّنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا
وَزِيْنَتِهَا شیخین کی روایت نہیں ہے؟
کیا وَاللهِ لَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ
عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا
وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ[۴۲] صحیحین کی روایت نہیں ہے۔ کیا حُبُّ الدُّنْيَا
رَاْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ[۴۳] حدیث میں آیا نہیں آیا۔ کیا هَلْ مِنْ اَحَدٍ يَّمْشِيْ
عَلَى الْمَاءِ اِلَّا ابْتَلَّتْ قَدَمَاهُ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ كَذٰلِكَ
صَاحِبُ الدُّنْيَا لَا يَسْلَمُ مِنَ الذُّنُوْبِ[۴۴] حدیث نہیں ہے۔ کیا حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخر زمانہ میں جب حضرت معاذ رض
کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تھا اسوقت یہ ۱۵ وصیت نہیں فرمائی تھی!
اِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ[۴۵] کوئی شخص
جس نے تاریخ کی کوئی بھی کتاب دیکھی ہو اس سے انکار نہیں کر سکتا
شیخین حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اپنی خلافت میں
امیر المومنین ہو جانے کے باوجود لذات سے کتنی کنارہ کشی اور نفس
کے مطالبات کو پورا کرنے سے کس قدر احتراز کیا ہے۔ کیا ریاضات و

مجاہدات میں صحابہ کرام کا مقابلہ کرنے کی آج کس میں ہمت ہے۔ کیا مودودی صاحب نے امام غزالیؒ کے درجہ کمال پر پہنچنے کے سلسلہ میں خود ہی یہ نہیں لکھا کہ فقیر بنکر سیاحت کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ گوشوں اور ویرانوں میں رہ کر غور و خوض کیا۔ اور مجاہدات و ریاضت سے اپنی روح کو صاف کرتے رہے (ترجمان شوال ۵۹ھ ص ۵۴)

پھر آخر یہ کیا مصیبت ہے کہ ان سب چیزوں کو راہبانہ جاہلیت میں داخل کر دیا جائے۔ کیا حکومت الہیہ قائم کرنے کے لئے یہ کوئی ضروری چیز ہے کہ دین محمدی میں اصلاح بھی کی جائے اللہ اور اس کے پاک رسول نے جن چیزوں کا درجہ بڑھایا تھا ان کو گرایا جائے جیسا کہ تیسرے نمبر میں عرض کر چکا ہوں اور جن چیزوں کا درجہ اللہ اور اس کے رسولِ پاک نے گرایا تھا جیسا کہ دنیا اور اس کے لذائذ ان کا درجہ بلند کیا جائے۔ کیا یہ دین میں کھلی تحریف نہیں ہے کیا دین محمدی ایسا ناقص ہے کہ اس کو اپنے حال پر باقی رکھکر نہ اقامۃ دین ہو سکتی ہے نہ حکومتِ الہیہ قائم ہو سکتی ہے۔

ہم لوگوں کو تنگ نظر متعصب یا مودودی صاحب کے مقصد کو نہ سمجھنے والا کہہ کر نا قابل التفات قرار دید یجئے یا اس سے بھی اور آگے پہنچا دیجئے مگر اپنی جگہ اتنا ذہن نشین کر لیجئے کہ ان مضامین سے جماعت کے ارکان میں جو یہ اثر بڑھتا جا رہا ہے کہ حقیقی دین وہ ہے جو لٹریچر میں ہے۔ دین کو کامل طور پر اور

صحیح طریقہ سے اگلوں نے نہیں سمجھا۔ اور جو علماء کہہ رہے ہیں وہ اسلام کی روح سے ناواقف ہیں حقائق قرآنیہ سے نا آشنا ہیں ظاہر پرست ہیں۔ الفاظ بین ہیں۔ ان سب تصورات کے پروان چڑھانے میں آپ جیسے حضرات کی بھی شرکت اور اعانت ہے۔ آپ حضرات کا اپنی تنہائی کی مجلسوں میں بیٹھ کر یہ کہہ دینا کہ واقعی بعض مضامین تو ان میں ایسے ہی سخت ہیں یہ کافی نہیں جبکہ آپکی شرکت اور آپ کی تائید سے ان مضامین کی حقانیت پر استدلال کیا جاتا ہو۔

یہ الفاظ بے ارادہ قلم سے نکل گئے ہیں میں تو اصل میں آپ کی توجہات ان مضامین کی طرف منعطف کرا رہا تھا جہاں دینیات کا استہزار کیا گیا۔ دین اور اہل دین کے مسلّمات کی تردید کی گئی ہے اس سلسلہ میں تصوف کا نام لینا تو شاید میری ہی بیوقوفی ہو، اس لئے کہ اقامت دین اور حکومت الہیہ کے قیام کو تو تصوف کے ساتھ ضد کی نسبت ہے۔ یہ تو دو ایسی متعارض کشتیاں ہیں کہ بیک وقت دونوں میں قدم رکھا ہی نہیں جاسکتا۔ اس پر جماعت اسلامی کے معمولی سے معمولی افراد کو بھی فخر ہے کہ ہم تصوف کے خلاف ہیں۔ بیعت کا غیر اسلامی رواج مٹانا ہے۔ یہ روح اسلام کے خلاف ہے۔ شرک و بت پرستی کی بنیاد ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں جناب کی توجہ خود مودودی صاحب کی دو عبارتوں کی طرف مبذول کراتا ہوں وہ تجدید و احیاء دین صـ ۷۳ پر لکھتے ہیں۔

پہلی چیز جو مجھکو حضرت مجدد الف ثانی کے وقت سے شاہ صاحب اور ان کے خلفاء تک کے تجدیدی کام میں کھٹکی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے تصوف کے بارے میں مسلمانوں کی بیماری کا پورا اندازہ نہیں لگایا اور ان کو پھر وہی غذا دیدی جس سے مکمل پرہیز کی ضرورت تھی۔

اس کے بعد اس پر اپنی عادت کے موافق پورا زور قلم خرچ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

اب جس کسی کو تجدید دین کے لئے کوئی کام کرنا ہو اس کے لئے لازم ہے کہ متصوفوں کی زبان واصطلاحات رموز واشارات لباس اطوار پیری مریدی اور ہر اس چیز سے جو اس طریقہ کی یاد تازہ کرنے والی ہو مسلمانوں کو اس طرح پرہیز کرائے جیسے ذیابیطس کے مریض کو شکر سے پرہیز کرایا جاتا ہے (ترجمان جلد ۱۷ عدد ۴ ص ۲۴۱) تجدید واحیاء دین صفحہ ۷۷

اس کو تو آپ سوچ لیجئے کہ اس طریقہ کی یاد تازہ کرانے میں کتب احادیث کی کتاب الزہد، کتاب الرقاق یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز لباس معمولات صحابہ کرام کی ریاضات مجاہدات کو بھی دخل ہے یا نہیں؟ اور قرآن وحدیث کی وہ کون

کونسی چیزیں ہیں جن سے صوفیائے کرام کے طریقہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے مجھے تو اس پوری عبادت کے پڑھنے کے بعد مودودی صاحب کے وہ الفاظ جناب کو یاد دلانے ہیں جو وہ اصلاح نصاب کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ

مغربی علوم وفنون بجائے خود سب کے سب مفید ہیں اور اسلام کو ان میں سے کسی کے ساتھ کبھی دشمنی نہیں بلکہ ایجابا میں یہ کہوں گا کہ جہاں تک حقائق علمیہ کا تعلق ہے اسلام ان کا دوست ہے۔ اور وہ اسلام کے دوست ہیں۔ دشمنی دراصل علم اور اسلام میں نہیں بلکہ مغربیت اور اسلام میں ہے۔
(تنقیحات صفحہ ۲۰۸)

مجھے موازنہ صرف ان دونوں ضابطوں کا کرانا ہے۔ دونوں قابل اصلاح چیزوں کا انداز بیان دکھانا ہے کہ مغربی علوم جن میں بالخصوص آجکل سراسر کفر والحاد اور خدا دشمنی ہے انکے حقائق سے اسلام کی دوستی ہے اور تصوف اس درجہ سخت ارتداد ہے کہ اگر کسی قول وفعل سے اس کا خیال بھی دل میں آجائے تو ذیابیطس کا مریض ہلاک ہو جائے گا اور اس فرق کو آپ لٹریچر کے ایک ایک ورق میں پائیں گے۔ جہاں کہیں مغربی چیزوں کا انگریزی دانوں کا رد ہو گا وہ نہایت مہذب الفاظ میں بہت

بچتے بچتے کچھ مدارات کچھ خوشامد لئے ہوئے ہوگا جہاں کہیں مذہبیات یا اہل اللہ اور اہل علم کا رد ہوگا۔ شمشیر برہنہ بنکر مودودی صاحب، سامنے آکھڑے ہوں گے۔ ترجمان شوال ۵۹ھ میں مودودی صاحب نے یکے بعد دیگرے دو کتابوں پر تنقید کی ہے۔ اوّل ڈاکٹر برہان احمد صاحب کی کتاب۔ مجدد الف ثانی کا تصور توحید اس کی غلطیوں پر تنبیہ ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے انسانی کام کوتاہیوں سے خالی نہیں ہوتے۔ چنانچہ اس کتاب میں بھی چند کوتاہیاں ہیں الخ اسکے بعد مولوی حفظ الرحمٰن صاحب کی کتاب" اسلام کا اقتصادی نظام پر تنقید کی ہے جس کا ایک ہی جملہ نقل کرتا ہوں۔

اور اصل یہ ہے کہ علماء کرام کے جس گروہ سے مولانا کا تعلق ہے اس پر نا اہلی کے ساتھ کم ہمتی اور شکست خوردگی کا بھی تسلط ہو گیا۔

اس کے بعد دونوں کتابوں کے تبصروں کو غور سے پڑھئے ترکی کی تحریک آزادی کے سلسلہ میں خالدہ ادیب خانم کے خطبات پر جو تنقیدی تبصرہ مودودی صاحب نے کیا ہے وہ اس میں لکھتے ہیں

اس حالت میں ہم اس کو خوش قسمتی سمجھتے ہیں کہ خود ترکی جدید کے معماروں میں سے ایک ایسی

ہستی نے ہندوستان آکر ہمارے سامنے اپنی قوم
کے باطن کو ظاہر کیا ہے جو انقلاب کے اسٹیج پر
محض ایکٹر ہی نہ تھی بلکہ اس انقلاب کی محرک
طاقتوں میں سے ایک طاقت بھی اس کے ساتھ وہ
خدا کے فضل سے عالمانہ نظر فلسفیانہ فہم اور مفکرانہ
تعمق بھی رکھتی ہے: الخ

قبل اس کے کہ ہم خالدہ ادیب خانم کے ذریعہ ترکی
جدید کو سمجھیں ہمیں خود ان کو اچھی طرح سمجھ لینا
چاہئیے اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ ان کا دل
پورا پورا مسلمان ہے ایمان سے لبریز ہے اور
ایمان بھی ایسا جس پر ہم کو رشک کرنا چاہئیے کیونکہ
وہ ایک مجاہد عورت کا ایمان ہے۔ الحاد اور بیدینی کا
شائبہ تک ان کے خیالات میں نہیں پایا جاتا اسلام
سے ان کو محبت ہے ویسی ہی محبت جیسی ایک سچی
مسلمان عورت کو ہونا چاہئیے لیکن ان کا دل جیسا
مسلمان ہے ان کا دماغ ویسا نہیں ـــــ اسلام
کے متعلق ان کی معلومات بہت کچھ محدود معلوم
ہوتی ہے، اپنے آخری خطبہ میں وہ فرماتی ہیں کہ گاندھی جی کی ذات
جدید اسلام کا ایک مکمل نمونہ ہے (تنقیحات صفحہ ۶۸، ۶۹)

اس پورے تبصرہ کو غور سے پڑھئے۔ اگرچہ جاہل صوفیوں اور تنگ نظر علماء نے جو دین کے علم اور اس کی روح سے قطعاً بے بہرہ تھے یہاں بھی مودودی صاحب کے مجروح دل کو اور زخمی کر دیا لیکن اس کے ساتھ آزادی ہند کے معماروں کے متعلق بھی کچھ پڑھ لیجئے ان کے بارے میں وہ لکھتے ہیں۔

چوتھا سبب یہ بھی ممکن ہے کہ آدمی پر جذبۂ انتقام مستولی ہو گیا ہو اسے انگریز کے ہاتھوں سے اتنی تکلیفیں پہونچی ہوں کہ وہ جوش غضب میں اندھا ہو گیا ہو اور کہتا ہو کہ اگر حق کی تلوار نہیں ملتی تو پرواہ نہیں۔ میں باطل ہی کی تلوار سے اس دشمن کا سر اڑاؤں گا چاہے ساتھ ہی ساتھ میری اپنی ملت کی بھی رگِ جان کٹ کے رہ جائے۔ ایسے شخص کی بیماریٔ دل کا علاج خداوند عالم کے سوا اور کسی کے پاس نہیں۔ اللہ اسکو توبہ کی توفیق عطا فرمائے ورنہ ڈر ہے کہ جس رہ پر وہ اپنے اس جذبہ کے ساتھ چل رہا ہے اس میں اپنی عمر بھر کی کمائی ضائع کر دے گا۔

قیامت کے روز اس حال میں خدا کے سامنے حاضر ہوگا کہ ساری عبادتیں اور نیکیاں اس کے نامۂ اعمال سے غائب ہوں گی اور ایک قوم کو گمراہی وارتداد میں

مبتلا کرنے کا مظلمۂ عظیم اس کی گردن پر ہوگا۔
یحلون او زارھم و اوزار الذین یضلونھم
(ترجمان شعبان ۵۷ھ ص ۲۹۳)

مسئلہ قومیت ۵۹ھ میں حضرت اقدس مدنی زاد مجدہم کی جس کمینہ انداز سے تردید کی گئی ہے اس کا ایک ایک حرف قابل دید ہے بالخصوص یہ سطریں کہ!

الفاظ کا سہارا لیکر مولانا نے اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش تو بہت خوبی کے ساتھ کر دی مگر انہیں یہ خیال نہ آیا کہ حدیث کے الفاظ کو مفہوم نبوی کے خلاف کسی دوسرے مفہوم پر چسپاں کرنا اور اس مفہوم کو نبی کی طرف منسوب کر دینا مَن کذبَ علیَّ متعمدًا کی زد میں آجاتا ہے ص ۸۰

حالانکہ اسی رسالہ میں مودودی صاحب کو خود اقرار ہے کہ مولانا نے اپنے ذہن میں متحدہ قومیت کا ایک خاص مفہوم مقرر کر رکھا ہے۔ جس کے حدود انہوں نے تمام شرعی شرائط و ملحوظ رکھکر اور تمام امکانی اعتراضات سے پہلو بچا کر خود مقرر فرمائے ہیں اور ان کو وہ ایسی مفتیانہ زبان میں بیان فرماتے ہیں کہ قواعد شرعیہ کے لحاظ سے کوئی اس پر حرف نہ لاسکے۔ لیکن اس میں خرابی بس اتنی ہی ہے کہ اپنے مفہوم ذہنی کو مولانا

کانگریس کا مفہوم و مدعا قرار دے رہے ہیں۔ اس میں آپ خود ہی غور کر لیجئے کہ مودودی صاحب کے اپنے ہی اعتراف کے موافق مولانا پر اگر الزام آتا ہے تو اس مفہوم کو کانگریس کی طرف منسوب کرنے کا آتا ہے نہ کہ حدیث کا غلط مفہوم کا پھر وہ حدیث کی زد میں کیسے آگیا۔

اسی طرح مسئلہ قومیت میں تو نہیں لیکن ایک اور جگہ حضرت اقدس مدنی رح کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس آزادی کے پروانے کو لیکر جو مولوی صاحب پشاور سے مدراس تک تبلیغ کرتے پھر رہے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ پروانہ آپ کو تو اتنی آزادی ضرور دیتا ہے کہ قال اللہ و قال الرسول میں مشغول رہیں۔ آپ کی ڈاڑھی یقیناً زبردستی نہیں مونڈی جائیگی۔ اور نہ آپ کی عبا، ضبط کی جائے گی۔ اور نہ آپ کی تسبیح چھینی جائے گی۔ البتہ اس امر کی ضمانت نہیں کہ آپ کی نسل سے دوسری پشت میں کوئی اودے شنکر اور تیسری پشت میں کوئی دیوکارانی برآمد نہ ہوگی

(ترجمان جمادی الاولی ۱۳۵۰ھ)

دوسری جگہ لکھتے ہیں

اسلام کا علم رکھنے والے عباپوشوں پر متحدہ قومیت کا

بھوت سوار ہے ان کی غیرتِ ایمانی سلب ہو چکی،
(ترجمان ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ)

ترجمان القرآن جلد ۱۴ عدد ۴ صفحہ ۲۰۰ پر مودودی صاحب نے بے اصل فتنے کے عنوان سے جو مقالہ لکھا ہے وہ تو جناب نے ملاحظہ فرمایا ہی ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں۔

یہ ایک نمونہ ہے ان فضول لاطائل جھگڑوں کا جن میں ہمارے اکثر و بیشتر علماء دین نہ صرف اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں بلکہ عام مسلمانوں کے ذہن کو بھی اس بری طرح الجھا رہے ہیں کہ ان غریبوں کو دین کی حقیقت اور اپنی زندگی کے مقصد پر غور کرنے کی فرصت نہیں ملتی — سب سے بڑھکر افسوسناک امر یہ ہے کہ ان مسائل میں مغز پاشی کرنے والے وہ لوگ ہیں جو ہمارے دین کے عالم اور ملت اسلامیہ کے علمبردار کہلاتے ہیں الخ ص ۳۱۰)

آپ کو معلوم ہے کہ ملتِ اسلامیہ کے علمبرداروں سے یہ سنگین جرم کیسے صادر ہو گیا ایک صاحب تفسیر لکھتے ہیں جس میں مودودی صاحب کے ذوقی اصول کے موافق جو سمجھ میں آیا لکھ دیتے ہیں کوئی شخص اس پر تنقید کرتا ہے کہ فلاں فلاں چیزیں غلط ہیں سلف کے خلاف ہیں یہی مودودی صاحب کے نزدیک فضول لاطائل جھگڑے ہیں

ان پر تنقید کرنا وقت ضائع کرنا ہے اور پھر لطف یہ ہے کہ خود اپنا وقت بھی ضائع کر دیا اور لاطائل جھگڑے میں گھس گئے۔

ان مثالوں کے ذکر کرنے سے میرا مقصود مودودی صاحب کے زاویہ نگاہ کو بتانا ہے اس لئے کہ خود مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ

ایک مصنف کی تصنیف میں سب سے پہلے جس چیز کو تلاش کرنا چاہیئے وہ اس کا زاویۂ نظر ہے۔

(مسئلہ قومیت)

مودودی صاحب خود مغربیت سے انتہائی تاثیر رکھتے ہیں اس لئے ہر وہ چیز جو مغرب سے آتی ہے وہ غیر شعوری طور پر ان کیلئے جاذبیت کا سبب بنتی ہے اور جو چیز مذہبیت کی راہ سے آتی ہے اس سے ان کی تحریر و تقریر اجنبیت محسوس کرتی ہے۔ انہیں امثلہ کے ذیل میں ایک مثال پر اس نمبر کو بھی ختم کرتا ہوں۔

مودودی صاحب نے عبادات اور ان کی روح کو جس طرح نا مارا ہے لٹریچر کی ایک ایک چیز اس پر شاہد عدل ہے اسی ذیل میں حج جیسی اہم عبادت جو عشق مولیٰ کا علی وجہ الاتم مظہر تھی حق تعالیٰ شانہ، کے عشق میں دیوانگی کا خاص نمونہ تھی اسکی پاک ذات سے تعلق اور اسکے غیر سے تعلقات منقطع کر دینے میں اکسیر تھی مودودی صاحب کے الفاظ میں اسکی تصویر بھی ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں کہ!

اس کے بعد وہ گویا اللہ کا سپاہی بن جاتا ہے اور اب

پانچ چھ روز اس کو کیمپ کی سی زندگی بسر کرنی ہوتی ہے
ایک دن منیٰ میں پڑاؤ۔ دوسرے دن عرفات میں کیمپ ہے،
اور خطبہ میں کمانڈر کی ہدایات سنی جارہی ہیں۔ رات کو
مزدلفہ میں جاکر چھاونی ڈالی جاتی ہے۔ دن نکلتا ہے تو منیٰ
کی طرف کوچ ہوتا ہے اور وہاں اس ستون پر کنکریوں سے
چاندماری کی جاتی ہے جہاں تک اصحاب فیل کی فوجیں کعبہ
کو ڈھانے کیلئے پہنچ گئی تھیں ـــــ پھر وہاں سے کعبہ کا
رُخ کیا جاتا ہے۔ جیسے سپاہی اپنی ڈیوٹی ادا کرکے ہیڈ
کوارٹر کی طرف سُرخ رو واپس آرہا ہے، طواف اور دو رکعتوں
سے فارغ ہوکر احرام کھل جاتا ہے جو کچھ حرام کیا گیا وہ پھر
حلال ہوجاتا ہے اور اب حاجی کی زندگی پھر معمولی طور پر
شروع ہوجاتی ہے۔ (خطبات ص۱۹۳)

انصاف سے فرمائیں کیا یہی حج کے ان اہم مناسک کا پس منظر
اور روح ہے کہ حج کے ان افعال کو ایک فوجی ڈرامہ بنادیا اس کے بالمقابل
ایک اس شخص کی نگاہ سے بھی حج کا منظر ملاحظہ فرمالیں جس کے سایہ اور
اس کے خیال تک سے آپ مسلمانوں کو بچانا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کیلئے
اس کو سم قاتل قرار دیتے ہیں قطب دوراں حضرت شبلی قدس سرہ کے
ایک مرید حج کو گئے اور جب واپس آئے تو شیخ نے حج کی کیفیات دریافت
فرمائیں اور جب وہ کیفیات حاصل نہ ہوئیں جو مرید کو تقرب کے منتہا پر

پہنچا دیتیں تو شیخ نے حکم دیا کہ دوبارہ حج کر کے آؤ پورا قصہ اس ناکارہ کے رسالہ فضائلِ حج میں ہے دل چاہے تو مطالعہ فرمالیں۔ چند جملے جو امور بالا کے متعلق ہیں نقل کرتا ہوں۔ شیخ نے دریافت فرمایا منیٰ گئے تھے مرید نے عرض کیا، گیا تھا۔ فرمایا وہاں اللہ جل شانہ، سے ایسی امی[د] وابستہ ہوگئی تھیں جو معاصی کے ساتھ نہ ہوں عرض کیا ایسا تو نہیں ہو[ا] فرمایا تو منیٰ ہی نہیں گئے پھر فرمایا مسجد خیف میں (منیٰ کی مسجد کا نام ہے) داخل ہوئے تھے عرض کیا داخل ہوا تھا فرمایا اس وقت اللہ جل شانہ کے خوف کا اسقدر غلبہ ہوگیا تھا۔ جو اس وقت کے علاوہ نہ ہوا ہو عرض کیا کہ نہیں ہوا۔ فرمایا کہ پھر تو مسجد خیف میں بھی داخل نہیں ہوئے فرمایا کہ عرفات گئے تھے عرض کیا حاضر ہوا تھا۔ فرمایا وہاں اس چیز کو پہچان لیا تھا کہ دنیا میں کس لئے آئے تھے اور کیا کر رہے ہو اور اب کہاں جانا ہے۔ اور ان حالات پر متنبہ کرنے والی چیزوں کو پہچان لیا تھا عرض کیا کہ نہیں فرمایا پھر تو عرفات بھی نہیں گئے پھر فرمایا کہ مزدلفہ گئے تھے عرض کیا کہ گیا تھا فرمایا وہاں اللہ جل شانہ، کا ایسا ذکر کیا تھا جو ماسوا کو دل سے نکالدے قرآن پاک کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے (فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام) عرض کیا ایسا تو نہیں ہوسکا فرمایا پھر تو مزدلفہ بھی نہیں گئے فرمایا کہ منیٰ میں جاکر قربانی کی تھی عرض کیا کہ کی تھی۔ فرمایا اس وقت اپنے نفس کو ذبح کر دیا تھا عرض کیا کہ نہیں فرمایا پھر تو قربانی بھی نہیں کی، فرمایا رمی کی تھی (جمرہ پر کنکریاں ماری تھیں) عرض کیا

ماری تھی فرمایا ہر کنکری کیساتھ اپنی سابقہ جہالت کو پھینک کر کچھ علم کی زیادتی محسوس ہوئی تھی عرض کیا کہ محسوس نہیں ہوئی فرمایا کہ پھر رمی بھی نہیں کی فرمایا پھر طواف زیارت کیا تھا عرض کیا۔ کیا تھا فرمایا کہ اس وقت کچھ حقائق منکشف ہوئے تھے اور اللہ جل شانہ، کی طرف سے تم پر کچھ اعزاز واکرام کی بارش ہوئی تھی اس لئے کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا اللہ کی زیارت کرنے والا ہے اور جس کی زیارت کو کوئی جاتا ہے اس پر حق ہے کہ اپنی زیارت کرنے والوں کا اکرام کرے عرض کیا مجھے تو کچھ منکشف نہیں ہوا فرمایا کہ طواف زیارت بھی نہیں کیا فرمایا کہ احرام سے حلال ہوئے تھے عرض کیا ہوا تھا فرمایا ہمیشہ کے لئے حلال کمائی کا اس وقت عہد کر لیا تھا۔ عرض کیا کہ نہیں فرمایا تم حلال بھی نہ ہوئے۔ پھر فرمایا الوداعی طواف کیا تھا عرض کیا گیا تھا۔ فرمایا اسوقت اپنے تن من دھن کو کلیتہ الوداع کہہ دیا تھا عرض کیا کہ نہیں، فرمایا کہ تم نے طواف وداع بھی نہیں کیا دوبارہ حج کو جاؤ اور اس طرح حج کر کے آؤ جس طرح میں نے تم سے بیان کیا (فضائل حج) ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا دونوں منظروں کا موازنہ کیجئے ذرا انصاف سے بتائیے کہ اسلام کی روح اور روحانیت کا ذوق کہاں مل رہا ہے۔

مودودی صاحب کی طرف سے اجتہاد پر زور

۶۔ چھٹی چیز جو جماعتی حیثیت سے ہم لوگوں کے مسلک کے بالکلیہ خلاف ہے وہ اجتہاد پر زور ہے

یہ چیز لٹریچر کی ایسی کھلی خصوصیت ہے جس کے لئے کسی عبارت کے نقل کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ اندھی تقلید کے خلاف مودودی صاحب کا قلم ہر جگہ بے لگام ہے کوئی مضمون کسی بھی سلسلہ کا کہیں بھی ہو جوڑ بے جوڑ ان کو تقلید کے خلاف اس پر کچھ لکھنا ضروری ہے۔ اندھی تقلید اور آنکھیں بند کر کے کسی کی تقلید کے خلاف جتنا ان کا زور قلم چلتا ہے اتنا کفر والحاد کے مقابلہ میں بھی نہیں چلتا۔ آپ دونوں قسم کے مضامین کو جب چاہے پڑھ لیجئے۔ صرف تفہیمات اور تنقیحات دو ہی کتابوں کا مطالعہ اس ناکارہ کے خیال کی شہادۃ میں کافی ہے۔ میں اب تک سنتا رہتا تھا کہ کفر والحاد کے خلاف ان کے مضامین بہت زور دار ہوتے ہیں اور تقلید وتصوف میں بھی ان کی رائے اپنے مسلک کے خلاف ہے مگر اس سے میں یہ سمجھتا تھا کہ ان چیزوں میں وہ اپنی اختلافی رائے کا اظہار کرتے رہتے ہوں گے جیسا کہ ائمہ مجتہدین یا مقلدین ایک دوسرے کے خلاف مسلک کو اختلافی مسائل میں ذکر کرتے ہیں مگر لٹریچر کے دیکھنے سے کم از کم مجھے یہ اندازہ ہوا کہ کفر والحاد پر ان کو اتنا غصہ نہیں آتا جتنا تقلید وتصوف کے تصور سے ہی وہ غصہ سے بے قابو ہو جاتے ہیں نمونہ دیکھنا ہو تو صرف تنقیحات ہی کے مضامین اس نظر سے پڑھ لیجئے۔

بہرحال ہم لوگ جماعتی حیثیت سے اس زمانہ میں تقلید کو ضروری سمجھتے ہیں اور اسلاف نے جو اجتہاد کے لئے شرائط رکھی ہیں وہ آجکل

کے علماء میں مفقود پاتے ہیں۔ اسی طرح شرعی تصوف کو تعلق مع اللہ اور حلاوت ایمان اور ایمانی صفات پیدا کرنے اور پیدا ہونے کے لئے اقرب الطریق سمجھتے ہیں۔ اس لئے جو شخص یا جو جماعت ان دونوں چیزوں میں ہمارے خلاف ہے وہ یقیناً ہماری جماعت سے علیحدہ ہے۔ دیوبندی مسلک میں یہ دونوں چیزیں بڑی اہم ہیں۔ اسلئے یہ سمجھنا کہ مودودی جماعت اور دیوبندی جماعت میں مسلک کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے دھوکہ دینا ہے یا دھوکہ میں پڑنا ہے۔ میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس زمانہ کے علماء میں اجتہاد کی شرائط پائی جاتی ہیں میں جناب کی توجہ مودودی صاحب ہی کے الفاظ کی روشنی میں ادھر مبذول کراتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں کہ!

خواہش نفس اول تو معرفت حق ہی میں مانع ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص حق کو پہچان بھی لے تو وہ اس کو اپنے علم کے مطابق عمل کرنے سے روکتی ہے قدم قدم پر مزاحمت کرتی ہے۔ انسان کے نفس میں یہ ایسی زبردست قوت ہے جو اکثر اس کے عقل و فکر پر چھا جاتی ہے اور بسا اوقات اس کو جانتے بوجھتے غلط راستوں پر بھٹکا دیتی ہے بعمولی آدمی تو در کنار بڑے بڑے لوگ بھی جو اپنے علم و فضل اور اپنی عقل و بصیرت اور فہم و فراست کے اعتبار سے یکتاء روزگار

ہوتے ہیں اس رہزن کی شرارتوں سے بچنے میں
کامیاب نہیں ہوسکتے (تفہیمات صفحہ ۱۶۲)

اب آپ خود خیال فرمائیں کہ اس دور فساد میں جبکہ دین کیطرف سے لاپرواہی اور تساہل عام ہے تقویٰ اور اللہ کے خوف کا جو حال ہے وہ دو چار کو چھوڑ کر شاید صفر ہی کا درجہ رکھتا ہو علمی استعداد اور علوم میں غور و خوض کی جو کیفیت ہے وہ بھی آپ سے مخفی نہیں۔ ایسے حالات میں اجتہاد کی اجازت دینا یقیناً اسلام کو ایک متحرک چیز بنا دینا ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔

تعجب ہے کہ مودودی صاحب حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں سے اجتہاد کی موافقت میں تو عبارت کی عبارتیں نقل کرتے جاتے ہیں لیکن تصوف اور تقلید کی تائید میں موصوف کو کوئی عبارت شاہ صاحبؒ کی تصانیف میں نہیں ملتی حالانکہ شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنے اس ارشاد وجبلتی تابی التقلید وتانف منہا اساً لکن طلب منی التعبد بہ بخلاف نفسی میں یہ واضح کردیا کہ باوجودیکہ اجتہاد حضرت قدس سرہٗ کا طبعی ذوق تھا مگر تقلید پر مجبور کر دیئے گئے۔ مودودی صاحب کی نظر سے یہ بھی نہ گذرا کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے عقد الجید میں باب تاکید الاخذ بہذہ المذاہب الاربعۃ میں کتنے شدومد سے ائمہ اربعہ کے اقوال سے خروج کا خلاف کیا ہے اور اس کے بعد خود مودودی صاحب کے

مجتہدات پر ایک نظر ڈال لیجئے۔ اس سے خود ہی اس کا اندازہ ہو جائیگا کہ اس زمانہ میں اجتہاد کی اہلیت ہے بھی یا نہیں۔

اس عریضہ میں شروع ہی سے میرا یہ طرز رہا ہے کہ ہر جزو میں مثال کے طور پر چند امور کی طرف متوجہ کرتا ہوں یہاں بھی چند چیزوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ سب سے اہم مسئلہ اطاعت رسول کا ہے کہ شریعت کا مدار ہی اس پر ہے۔ اس سلسلہ میں مودودی صاحب کی تحقیقاتِ عجیب بہت غور سے پڑھنے کی چیزیں ہیں۔

(الف) تفہیمات میں آزادی کا اسلامی تصور جناب نے بھی غور سے پڑھا ہوگا۔ اور اس سے اسلام کی روح میں بڑے انکشافات جناب کو بھی ہوئے ہوں گے بالخصوص عبارات ذیل سے۔

قرآن حکیم تمام آسمانی کتابوں میں زیادہ صراحت کے ساتھ اسکا اعلان کرتا ہے کہ حاکم مطلق بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔ اِنِ الحکمُ اِلَّا لِلّٰہِ (تفہیمات صفحہ ۸۰)

قرآن کے نزول کا اصلی مقصد یہی ہے کہ انسان کی گردن سے غیر اللہ کی اطاعت کا قلاوہ نکال دے اور اللہ یعنی مطاع حقیقی کا بندہ بنانے کے بعد اسکو رائے اور ضمیر کی پوری آزادی عطا کردے۔ (تفہیماتِ ص۸۱)

یہ مقدمہ ذہن نشین کر لینے کے بعد اب اس امر کی تحقیق کیجئے کہ نبی کی اطاعت جو اسلام میں فرض کی گئی

ہے اور جس پر دین کا مدار ہے۔ یہ کس حیثیت سے ہے
یہ اطاعت اس حیثیت سے ہرگز نہیں ہے کہ نبی وہ شخص
خاص مثلاً ابن عمران یا ابن مریم یا ابن عبداللہ ہے اور
یہ شخص خاص ہونے کی بناء پر اس کو حکم دینے اور منع کرنے
کا، حلال کرنے اور حرام ٹھہرانے کا حق حاصل ہے۔ اگر
ایسا ہو تو معاذ اللہ نبی خود بھی ارباب من دون اللہ میں
سے ایک ہو جائیگا۔ (حوالہ بالا صفحہ ۸۲)

البتہ نبی ہونے کی حیثیت سے اس میں اور تم میں عظیم
الشان فرق ہے۔ اس کو خدا کی طرف سے جب نبوت عطا
کی جاتی ہے تو اس کے ساتھ حکم بھی عطا ہوتا ہے۔
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ
حکم کے مفہوم میں قوت فیصلہ اور اقتدار حکومت دونوں
شامل ہیں۔ پس نبی کو جو اقتدار حاصل ہے وہ ذاتی اقتدار
نہیں بلکہ تفویض کردہ اقتدار ہے۔ اس لئے اس کی اطاعت
دراصل خدا ہی کی اطاعت ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ
اَطَاعَ اللّٰهَ (ص ۸۳)

اس حیثیت میں اس کا حکم خدا کا حکم ہے اور کسی کو اس
میں چوں وچرا کرنیکا حق نہیں۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ
الآیہ، عمل تو درکنار اگر دل میں بھی اس کی نافرمانی کا خیال

آجائے تو قطعاً ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ فلا وربک
لا یؤمنون حتیٰ یحکموک ولا یتقا اور اس نافرمانی کا
نتیجہ ابدی خسران و نامرادی ہے یولو مئذ یود الذین
کفروا و عصب الرسول کالایۃ ۸۳

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا۔ وہ اس لئے نہیں آیا کہ لوگوں کو
اپنی ذاتی خواہشات کی پیروی پہ مجبور کرے اپنی شخصی عظمت
وبزرگی کا سکہ ان پر جمائے اور ان کو اپنے شخصی اقتدار
کے شکنجہ میں کسکر اس قدر بے بس کر دے کہ وہ اس کی رائے
کے مقابلہ میں خود کوئی رائے رکھنے کے حق سے بالکل
محروم ہو جائیں (صفہ ۸۴)

اسی لئے اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے بار بار اس حقیقت
کا اظہار کراتا ہے کہ وہ اطاعت جو مومن پر فرض کی گئی
ہے اور جس سے کسی مومن کو سرتابی کیا معنیٰ یک سر موانحراف
کا بھی حق نہیں وہ دراصل نبی بحیثیت انسان کی اطاعت
نہیں بلکہ نبی بحیثیت نبی کی اطاعت ہے۔ یعنی اس علم
اس ہدایت اس حکم اس قانون کی اطاعت ہے جسے اللہ
کا نبی اللہ کی طرف سے اس کے بندوں تک پہنچاتا ہے۔
(صفہ ۸۴)

اگر ان میں سے کوئی شخص خدا کا حکم پیش کرے تو

مسلمان پر واجب ہے کہ اس کے آگے سر جھکا دے وہ اس میں ہرگز کوئی چون وچرا کرنے کا حق نہیں رکھتا اس کو خدا کے مقابلہ میں کوئی حریت فکر آزادی رائے حاصل نہیں۔ لیکن اگر کوئی انسان خدا کا نہیں خود اپنا کوئی خیال پیش کرے تو مسلمان پر اس کی اطاعت فرض نہیں۔ وہ آزادی کے ساتھ خود سوچنے اور رائے قائم کرنے کا حق رکھتا ہے اس کو آزادانہ اتفاق کرنے کا بھی اختیار ہے اور آزادانہ اختلاف کرنے کا بھی اس معاملہ میں علماء اور ائمہ اور حکام تو درکنار خود نبی کی ذاتی رائے سے بھی اختلاف کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں۔

(صفحہ ۸۵)

یہ دراصل ایک نہایت نازک کام تھا۔ ایک ہی ذات میں حیثیت نبوت اور حیثیت بشریت دونوں جمع تھیں اور ان کو کسی واضح خط امتیاز کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا تھا مگر اللہ کے رسول پاک نے اللہ کی بخشی ہوئی حکمت سے اس کام کو بہترین طریق سے انجام دیا۔ (ص ۸۶)

صلح حدیبیہ کے موقع پر تمام مسلمانوں کو بظاہر دب کر صلح کرنا پسند نہ تھا حضرت عمرؓ نے علانیہ اس سے

اختلاف کیا مگر جب حضورؐ نے فرمایا کہ یہ کام میں خدا کے پیغمبر کی حیثیت سے کر رہا ہوں تو باوجودیکہ غیرت اسلامی کی بنا پر سب ملول تھے۔ کسی نے دم مارنے کی جرأت نہ کی حضرت عمرؓ مرتے دم تک اس غلطی کے کفارے طرح طرح سے ادا کرتے رہے کہ وہ ایک ایسے امر میں حضور سے اختلاف کر بیٹھے۔ جو بحیثیت رسول کیا جا رہا تھا۔ (ص ۸۸)

اس قسم کے اور بہت سی مثالیں ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب قرینہ سے یا خود حضورؐ کی تصریح سے لوگوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ آپ کوئی بات اپنی رائے سے فرماتے ہیں تو وہ آزادی کے ساتھ اس میں اظہار رائے کرتے تھے اور آپ خود اس آزادانہ اظہار رائے میں ان کی ہمت افزائی فرماتے تھے ایسے مواقع پر اختلاف کرنا نہ صرف جائز تھا بلکہ آپ کے نزدیک پسندیدہ تھا۔ (ص ۸۹)

(ب) اسلم۔ جیراجپوری کے مضمون پر رد کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

لیکن یہ تفریق جو انہوں نے محمد بن عبداللہ بحیثیت انسان اور محمد رسول اللہ بحیثیت مبلغ کے درمیان کی ہے۔ قرآن مجید سے ہرگز ثابت نہیں۔ قرآن میں آنحضرت کی

ایک ہی حیثیت بیان کی گئی ہے اور وہ رسول ونبی ہونے کی ہے جس وقت اللہ تعالےٰ نے آپ کو منصب رسالت سے سرفراز کیا اس وقت سے لیکر حیات جسمانی کے آخری سانس تک آپ ہر آن اور ہر حال میں خدا کے رسول تھے آپ کا ہر فعل اور ہر قول رسول خدا کی حیثیت سے تھا۔ اس حیثیت میں آپ مبلغ اور معلّم بھی تھے۔ مربی ومزکّی بھی تھے مقاضی اور حاکم بھی تھے امام اور امیر بھی تھے حتیٰ کہ آپ کے نجی اور خاندانی اور شہری زندگی کے سارے معاملات بھی اسی حیثیت کے تحت آگئے تھے۔ قرآن مجید میں کہیں کوئی خفیف سے خفیف اشارہ بھی ایسا نہیں ملتا۔ جس کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت رسالت اور حیثیت امارت میں کوئی فرق کیا گیا ہو۔ ص ۲۲۱

مؤلف کی تیسری بڑی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیثیت امارت کو حیثیت رسالت سے الگ کر دیا جس کا ثبوت قرآن میں نہیں ہے ص ۲۲۳ یہ سب کچھ قرآن کے منشاء کو نہ سمجھنے[۱] کا نتیجہ ہے مؤلف

---

[۱] آپ ہی فرمائیں کہ جب ہر شخص کو براہ راست قرآن حدیث سے استنباط کا حق دیا جائے گا تو کتنے مجتہد روز آنہ نئے پیدا ہوں گے جو اپنی فہم کے موافق قرآن کی منشا کے خلاف فتادیٰ جاری کریں گے۔

نے یہ نہیں سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے بنائے ہوئے امیر نہیں تھے۔ نہ خود بن گئے تھے۔ بلکہ خدا کے مقرر کئے ہوئے امیر تھے اور آپ کی امارت آپ کی رسالت سے الگ نہ تھی بلکہ آپ رسولِ خدا ہونے کی حیثیت ہی سے امیر تھے۔ (ص ۲۲۳)

چوتھا گروہ کہتا ہے کہ رسول کی حیثیت شخصی اور حیثیت رسالت اگرچہ اعتبار میں جداگانہ حیثیتیں ہیں مگر وجود میں دونوں ایک ہی ہیں اور ان کے درمیان عملاً کوئی فرق کرنا ممکن نہیں (ص ۲۲۹)

میرے نزدیک یہی آخری گروہ حق پر ہے اور میں قرآن و عقل کی روشنی میں جتنا زیادہ غور کرتا ہوں اس مسلک کی حقانیت پر میرا یقین بڑھتا جاتا ہے۔ (ص ۲۲۹)

لیکن مومنوں کو یہ حق ہرگز نہیں دیا گیا کہ وہ خود رسول کے اختیارات کی حد بندی کریں وہ تو مطلقاً محکوم امور ہیں اگر رسول ان کو زراعت، تجارت، حدادی وغیرہ کے طریقوں میں سے بھی کسی خاص طریقہ کو اختیار کرنے کا حکم دیتا تو ان کا بھی فرض تھا کہ وہ بے چوں وچرا کے حکم کی اطاعت کرتے۔ (ص ۲۵۱)

مگر یہ خیال کرنا صحیح نہ ہوگا دنیوی معاملات میں جو کچھ حضورؐ نے فرمایا وہ خدا کی وحی سے نہ تھا اگرچہ آپ کے ایسے ارشادات آپ کے احکام نہیں ہیں۔ (ص ۲۸۱)

اور اس میں مجھے بالکل اتفاق ہے۔ میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اولی الامر کی اطاعت واجب ہے۔ اور معاملات میں اولی الامر کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ ہوگا۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اپنی دانست میں ان کے فیصلہ کو حکم خدا اور رسول کے خلاف بھی سمجھتا ہے۔ تب بھی ایک حد خاص تک اس کیلئے لازم ہوگا کہ اپنی رائے پر قائم رہتے ہوئے ان کے فیصلہ کو تسلیم کرے (ص ۲۸۳)

ان دونوں مضمونوں کو جو الف میں ب کے تحت بندہ نے عرض کئے۔ غور سے ملاحظہ فرمائیں اور انصاف سے بتائیں۔

(الف) کیا جو باتیں پہلے مضمون الف میں مودودی صاحب نے زور سے ثابت کیں دوسرے مضمون ب میں اس کے خلاف پر زور نہیں باندھ دیا۔

(ب) کیا ان دونوں مضمونوں کے مجموعہ میں اطاعت رسول کا مسئلہ ایسا پیچیدہ نہیں بنا دیا کہ اس کی حدود متعین کرنی مشکل ہوگئیں۔

(ج) جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حاکم اور امیر بھی تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے نجی اور خاندانی معاملات بھی اس میں داخل ہیں (ص ۲۴۱)

اور امیر کی اطاعت واجب ہے (ص ۱۸۳) پھر اس کا کیا مطلب ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم اپنی طرف سے فرمادیں تو اس میں اختلاف کرنا نہ صرف جائز بلکہ پسندیدہ تھا (ص ۹۷)

(د) جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے فرمائیں تو اس کی نافرمانی کا اگر کسی کے دل میں خیال بھی آجائے تو قطعاً ایمان سلب ہوجاتا ہے (ص ۹۰) اور حضرت عمرؓ نے ایک ایسے امر میں حضور سے اختلاف کیا جو بحیثیت رسول کیا جارہا تھا (ص ۱۰۲) تو حضرت عمرؓ کا نعوذ باللہ ایمان تو سلب نہیں ہوا۔

(ھ) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امارت رسالت سے الگ نہ تھی (ص ۲۶۴) - وجود میں دونوں ایک ہی ہیں عملاً فرق کرنا ممکن نہیں (ص ۲۶۰) مومنوں کو یہ حق ہرگز نہیں کہ وہ خود رسول کے اختیارات کی حدبندی کریں وہ مطلقاً محکوم و مامور ہیں (ص ۲۷۲) پھر اس کا کیا مطلب کہ جو ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے فرمائیں اس میں اختلاف کی نہ صرف گنجائش بلکہ مستحسن ہے (ص ۹۷)

مودودی صاحب کے ان دونوں مضمونوں کے مجموعہ سے آپ اطاعتِ رسول کا کوئی خاکہ متعین کردیں تو آپ کا شکر گذار ہوں گا اور آپ اندھے مقلدوں کی بھی سن لیجئے کہ امر کے مختلف درجات ہوتے ہیں جیسا کہ بقول مودودی صاحب کے قابل، اصلاح اصول فقہ میں تفصیل سے مذکور ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ایجابی

حکم واجب اطاعت ہے خواہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے ارشاد فرمائیں یا اللہ جل شانہ، کی طرف سے نقل فرمائیں اجتہاد سے فرمائیں یا وحی جلی یا خفی سے فرمائیں۔

جمعہ فی القری کے سلسلہ میں مودودی صاحب کی تحقیقات

(۲) اس سلسلۂ مجتہدات میں جمعہ کا مسئلہ بھی قابل داد ہے۔ مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ

اس سلسلہ میں ایک اور غلط فہمی ہے جس کو میں رفع کرنا چاہتا ہوں۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دیہات میں چونکہ جمعہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس لئے دیہات کے باشندوں پر یہ نماز فرض ہی نہیں۔ لیکن یہ خیال غلط ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جمعہ کا مقصد چونکہ مسلمانو کو جمع کرنا ہے۔ اسلئے الگ الگ چھوٹے چھوٹے دیہات میں جہاں مسلمانوں کی تھوڑی تھوڑی آبادیاں ہوں جمعہ قائم کرنے سے روکدیا گیا کیونکہ اس طرح جمعہ کا مقصد پورا نہیں ہوتا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ دیہات کے مسلمانوں پر جمعہ فرض نہیں رہا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو ہر طرف سے سمٹ کر کسی ایک مرکزی مقام پر جمع ہونا چاہئے اور بہت سے دیہات کے مسلمانوں کو مل کر

ایک جگہ نماز پڑھنی چاہئے۔ لہذا آپ لوگ جو دیہات میں رہتے ہیں یہ نہ سمجھیں کہ آپ پر سے جمعہ ساقط ہے یہ فرض آپ پر بھی اسی طرح عائد ہوتا ہے جس طرح شہر والوں پر (ترجمان جلد ۱۱ عدد ۶ ص ۵۳۲ ذی الحجہ ۵۶ھ)

دیہات میں نماز جمعہ کے متعلق فقہائے حنفیہ کے فتوے سے عام مسلمانوں میں سخت غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دیہات کے باشندوں سے جمعہ کا فرض ساقط ہو گیا ——— فقہ حنفی پر[1] جہاں تک میں نے غور کیا ہے میرے نزدیک اس کی رو سے یہ بالکل صحیح ہوگا کہ اگر ایک دیہی حلقہ کے مسلمان باہمی اتفاق سے کسی گاؤں کو اغراض جمعہ کے لئے مصر جامع قرار دے لیں چاہے وہاں بازار ہو یا نہ ہو اور مسلمانوں کی آبادی کم ہو یا زیادہ اس قاعدہ کو تسلیم کر لینے سے یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ جگہ

---

[1] مودودی صاحب اگر اس کو بجائے فقہ حنفی کی طرف انتساب کرنے کے اسلام کی روح کی طرف منسوب کرتے تو زیادہ سہولت رہتی، اس لئے کہ فقہ حنفی میں تو پھر عبادات فقہ سے اس کا جوڑ مشکل ہوگا اور اسلامی روح ایک وسیع ذوقی اور خود اختیاری چیز ہے اس میں بڑی وسعت اور گنجائش ہے۔ اگرچہ مودودی صاحب نے فقہ کی روح کا زینہ اختیار کیا ہے۔ مگر اسلام کی روح میں بڑی وسعت ہے۔ فقہ کی عبارت زیادہ واضح ہوتی ہیں وہ روح کا زیادہ ساتھ نہیں دے سکیں گی۔

جگہ دیہی حلقوں میں مساجد جوامع بن جائیں گی اور یہ لکھو کھا
مسلمان جو دیہات میں منتشر ہیں اقامت جمعہ کے ذریعہ سے
باہم مربوط ہوتے چلے جائیں گے ۔ خود متقدمین
حنیفہ کا منشاء بھی اقامت جمعہ کے لئے مصر کی
شرط لگانے سے یہی تھا۔ اگر الفاظ کی فلاحی سے نکلکر
مقصد اور روح کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

(ترجمان القرآن ص ۶۸ھ)

جمعہ کی طاقت وہ زبردست طاقت ہے جو آٹھ کروڑ
مسلمانوں کو دیکھتے دیکھتے ایک کانگریس بنا سکتی ہے یہ ایسا
ربط عوام ہے جس کا تصور بھی کسی جواہر لال کسی گاندھی کے
دماغ میں نہیں آسکتا، اس کے ذریعہ سے آپ جمہور مسلمین کے
تمدنی اصلاح کے سارے پروگرام تبدریج عمل میں لاسکتے ہیں
بشرطیکہ جمعہ کی طاقت کو سمجھنے والے پیدا ہو جائیں۔ اور
ہمارے نئے تعلیم یافتہ نوجوان اور پرانے گروہ کے علماء
جو خیالات خام کے پیچھے دوڑے پھر رہے ہیں ایک خاص
ضابطہ کے ساتھ انتھک کوشش کے لئے آمادہ ہو جائیں۔

(حوالہ بالا صفحہ ۶۶ھ)

اس کے علاوہ مختلف پرچوں میں اس مسئلہ پر کلام کیا ہے اور اپنی
خصوصی عادت کے موافق کہ جو چیز مودودی صاحب کے خیال کے

موافق ہوتی ہے واواضح بھی ہو جاتی ہے۔ ثابت بھی ہو جاتی ہے نصوص قولی وفعلی اس کے موافق بھی بن جاتے ہیں اور جو موصوف کے خیال کے خلاف ہوتی ہے۔ وہ غیر ثابت بن جاتی ہے حتیٰ کہ اگر حدیث پاک کا مضمون بھی ہو تب بھی لوگوں کا خام خیال ظاہر کر کے اسکو روک دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی احادیث میں اس کا نمونہ بھی پیش کر چکا ہوں۔ اس جگہ بھی جمعہ کے شرائط پر بحث کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

کہ ان میں سے بعض شرائط ایسی ہیں جو نصوصِ قولی وعملی سے صریحًا ثابت ہیں مثلًا وقت کا۔ اس کا وقت ظہر ہونا ثابت ہے۔

آپ نے خیال فرمایا کہ مودودی صاحب اس کو ثابت بھی قرار دے رہے ہیں۔ اجماعی بھی ظاہر کر رہے ہیں۔ حالانکہ حنفیہ کا مذہب اگرچہ یہی ہے۔ لیکن آپ کو معلوم ہوگا کہ حنابلہ کا اس میں اختلاف ہے اور وہ روایات ہی سے استدلال کرتے ہیں۔ یہ دوسری چیز ہے کہ حنفیہ کے نزدیک وہ روایات مرجوح یا ماؤل ہیں اس کے بعد مودودی لکھتے ہیں کہ!

اذنِ عام بھی رسول اکرم اور صحابہ اور ائمہ کے متواتر عمل سے ثابت ہے اور اہم مصالح شرعیہ اس کے مقتضی ہیں بخلاف اس کے مصر اور سلطان کی شرائط ایسی ہیں جن کا ماخذ کوئی نص صریح نہیں بلکہ زیادہ تر ان کا مدار

استنباط اور اجتہاد پر ہے اس لئے ان کا شرط ہونا
مختلف فیہ ہے۔ (ترجمان جلد ۱۲ عدد ۲ صفر ۵۷ھ ص ۱۴۸)

آپ نے خیال فرمایا کہ اذن عام کے لئے تو حضورؐ صحابہ کا ائمہ کا سب کا متواتر عمل مل گیا لیکن مصر کے لئے نہ حضورؐ کا عمل ملا نہ صحابہؓ کا نہ ائمہ کا حالانکہ آپ کبھی اس سے انکار نہ کر سکیں گے کہ مصر کا شرط ہونا اذن عام کی شرط سے بہت زیادہ واضح ہے۔ اذن عام کیلئے تواتر عمل کہہ کر مودودی صاحب نے قبول کر لیا اور کوئی بھی نص صریح اسکے لئے مرفوع یا موقوف پیش نہ کی اور مصر جامع کیلئے مرفوع اور موقوف دونوں طرح کی حدیث نقل کر کے مودودی صاحب نے لکھدیا۔

مصر جامع کی کوئی تعریف کسی نص سے ماخوذ نہیں مجھے
اب تک کسی حدیث یا کسی اثر سے نہ معلوم ہو سکا کہ مصر
کی حد کیا ہے (ترجمان القرآن ص ۱۴۹)

حالانکہ حدود مصر یا قریہ کبیرہ کی تحدید میں اختلاف کے باوجود یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ جمعہ دوسری نمازوں کی طرح سے نہیں ہے کہ ہر شخص پر فرض ہو۔ یہ مودودی صاحب ہی کا اجتہاد ہے کہ وہ دیہات والوں پر بھی جمعہ کو فرض کرتے ہیں۔

امام مالکؒ مؤطا میں قریٰ کی دو قسمیں کر کے فرماتے ہیں۔ وان جمع الامام وھو مسافر بقریۃ لا یجب فیھا الجمعۃ فلا جمعۃ لہ ولا لاھل تلک القریۃ ولا لمن جمع معھم من غیرھم ص ۷۹

شاہ صاحبؒ حجۃ اللہ البالغہ صفحہ (۲۳) جلد دوم میں تحریر فرماتے ہیں۔

وقد تلقت الامة تلقيا معنويا من غير تلقي لفظا انه يشترط فى الجمعة الجماعة ونوع من التمدن وكان النبى صلى الله عليه وسلم وخلفاؤه رضى الله عنهم والائمة المجتهدون رحمهم الله يجمعون فى البلدان ولا يواخذون اهل البدو، بل ـــــ ولا يقام فى عهدهم فى البدو ففهموا من ذلك قرنا بعد قرن وعصراً بعد عصر، انه يشترط لها الجماعة والتمدن اھ ـ یہ تواتر عمل حضورؐ کے صحابہ کے ائمہ مجتہدین کے ادوار کے سب کے بعد قرناً بعد قرنٍ شاہ صاحبؒ کو تو مل گیا۔ مگر مودودی صاحب کی نظر حجۃ اللہ البالغہ کی اس عبارت پر نہ پڑی یا اس کو دیکھنے کے قابل نہ سمجھا۔ کیا حجۃ اللہ البالغہ کا بس ایک ہی مبحث دیکھنے کے قابل "مبحث ہفتم" خیال میں آیا۔

ابوبکر رازی کہتے ہیں۔ اتفق فقهاء الامصار على ان الجمعة مخصوصة بموضع لا يجوز فعلها فى غيره لانهم مجمعون على ان الجمعة لا يجوز فى البوادى ومن اهل الاعراب لهم (اوجز) موفق ابن قدامة حنبلى بعد ما اهل الخيام وبيوت الشعر والحركات فلا جمعة لهم ولا تصح منهم لان ذالك لا ينصب الاستيطان غالباً ولذالك كانت قبائل العرب حول المدينة لم يقيموا جمعة ولا امرهم بها النبى صلى الله عليه وسلم ولو كان ذالك لم يخف ولم يترك نقله، مع كثرته وعموم البلوى اھ (مغنى)

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء نے اس پر اجماع نقل

کیا کہ جمعہ کی نماز عام نمازوں کی طرح نہیں ہے۔ اس کے لئے مخصوص شرائط ہیں۔ جن کے بغیر یہ نماز نہیں ہوتی۔ تعجب ہے کہ مودودی صاحب ان اقوال کو بھی نقل کرتے ہیں۔ پھر بھی دیہات والوں کو یہ فتوے دیتے ہیں کہ آپ یہ نہ سمجھیں کہ آپ پر سے جمعہ ساقط ہے یہ فرض آپ پر بھی اسی طرح عائد ہوتا ہے۔ جس طرح شہر والوں پر اور اس سے زیادہ عجیب بات مودودی صاحب کی یہ تحریر ہے۔

کہ حنفیہ نے اہل قریٰ کے حق میں جمعہ کی عدم فرضیت کا حکم صرف اس لئے لگایا کہ امراء و سلاطین نے اقامت وجمعہ کے لئے کوئی نظام قائم کرنے سے بے پروائی برتی جس کی وجہ سے جمعہ محض شہروں اور بڑے بڑے قصبوں تک محدود ہو کر رہ گیا۔

میں کہتا ہوں کہ جو فتویٰ اس مجبوری کی بناء پر دیا گیا ہے۔ اس کے سبب کو دور کرنا ہم پر لازم ہے تاکہ سبب زائل ہونے کے ساتھ فتویٰ خود بخود زائل ہو جائے اور مسلمانوں کے لئے ایک فرض مکتوب کے ادا کرنے کا راستہ کھلے۔ بخلاف اس کے بعض علماء فرماتے ہیں کہ سبب کو قائم رکھو تاکہ وہ پرانا فتویٰ جو قدامت کی وجہ سے مقدس ہو چکا ہے اٹل رہے۔ چاہے فرض مکتوب کی رحمتوں سے کروڑوں

مسلمان محروم رہ جائیں۔ (ترجمان جلد ۲۴، عدد ۳ ص ۲۲)

کس قدر آب زر سے لکھنے کے قابل ہے یہ تحریر اور کس قدر قابل رشک ہے مودودی صاحب کی وسعت نظر کہ حنفیہ تو واقعی دوسری صدی سے لیکر آج تک بلا استثناء اس قدر امراء و سلاطین کے خوشامدی رہے ہیں کہ انہوں نے امرا کی بے پرواہی کی وجہ سے بارہ سو سال سے کروڑوں مسلمانوں کے یک اہم فریضہ سے محرومی کو اپنی گردن پر لے لیا اور بارہ سو برس تک ساری دنیا کے دیہاتی مسلمان اس فریضہ کے تارک رہے لیکن کیا خود سید الکونین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی اہم فریضہ کا نظام قائم کرنے سے لاپرواہی برتی کہ ا سنہ میں ہجرت کے سب سے پہلے دن مدینہ طیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ پڑھنا شروع کیا اور اس کے بعد آٹھ برس تک کسی دوسری جگہ جمعہ نہ ہو سکا۔ ۸ھ میں جواثی میں جمعہ ہوا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جو مدینہ طیبہ کے قرب و جوار میں رہتے تھے نوبت بہ نوبت مدینہ طیبہ حاضر ہوتے تھے۔ اگر مودودی صاحب نے ترجمان القرآن میں بخاری کی روایت کان الناس ینتابون الجمعۃ من منازلہم والعوالی ص ۸۲ کے ترجمہ میں لفظ ینتابون کا ترجمہ حذف کر کے یہ ترجمہ کر دیا کہ "لوگ جمعہ کے روز اپنی فرودگاہوں اور عوالی سے آیا کرتے تھے" (ترجمان مذکور ص ۲۳)

تو بہرحال جناب کے سامنے تو حدیث کے اصل الفاظ بھی

ہوں گے دفی روایۃ یتنا ولون الجمعۃ بھی نظر سے گذری ہوگی۔ اور قرطبی پر رد کرتے ہوئے حافظ ابن حجر کی یہ عبارت بھی نظر سے گذری ہوگی لو کان واجباً علیٰ اھل العوالی ماتناو لوا و لکانوا یحضرون جمیعاً[۸۳]،

اور بخاری شریف کی یہ روایت بھی آپ کی نظر سے گذری ہوگی۔ دکان انس فے قصرہ احیاناً یجمع واحیاناً لا یجمع[۸۴] ۔ اگر ان پر فرض تھا تو کبھی جاتے اور کبھی نہ جاتے کا کیا مطلب ہے؟

مولوی صاحب انصاف سے بتلائیے کہ مجتہد صاحب کی اس گمراہی کی کوئی انتہا ہے۔ کیا واقعی امام ابو حنیفہ اور ان کے سارے مقلدین نے گاؤں والوں پر سے جمعہ جیسا مؤکد فریضہ صرف اس لیے ساقط کر دیا کہ امراء و سلاطین نے اس کی اقامت سے لاپروائی برتی تھی اور نہ صرف حنفیہ بلکہ ائمہ اربعہ مع اپنے سارے متبعین کے اس گمراہی میں مبتلا رہے کیا یہ در پردہ ان سب حضرات کی تکفیر نہیں کہ انہوں نے محض امراء کی لاپروائی کی بدولت قرآن وحدیث کے خلاف کیا اہم فریضہ کی فرضیت سے انکار کر دیا۔ اور تیرہ سو برس تک اس گمراہی پر سب کے سب اصرار کرتے رہے۔

اگر مودودی کی ایسی سخت چیزوں پر علماء وقت کوئی سخت لفظ اس کو لکھدیں تو کیا اس میں کسی کو حرف گیری کی کوئی گنجائش مل سکتی ہے۔

وہ شخص جب قلم ہاتھ میں لیتا ہے تو اس کو بالکل اس کی پروا نہیں رہتی کہ میں کسی کے متعلق کیا لکھ رہا ہوں۔ میری عقل کام نہیں کرتی کہ تم لوگ کس طرح اکابر اہل الہدیٰ کے متعلق اس قسم کی گالیاں برداشت کر رہے ہو اس کے بعد میرا تو کچھ آپ کو لکھنے کو بھی دل گوارا نہیں کرتا۔

اللھمّ ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ،

فقط

زکریا کاندھلوی

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

حواشی

از قلم

محمد شاہد سہارنپوری

لے۔ یہاں پر مکتوب الیہ کا نام اخفاء کے خیال سے حذف کر دیا گیا
ہمارے حضرت شیخ زاد مجدہٗ کے یہاں اس چیز کا بہت اہتمام ہے کہ
نام کی تصریح کے بغیر جہاں تک کام چل سکتا ہو چلایا جائے۔ اسی
اہتمام نے مجبور کیا کہ یہاں اور دیگر مقامات پر نام حذف کر دیا جائے
اور جن حضرات کے متعلق اطمینان تھا کہ وہ اپنے نام کے اظہار سے
کبیدہ خاطر نہ ہوں گے۔ یا ان کا اظہار خلاف مصلحت نہیں سمجھا گیا
اسے باقی رکھا گیا۔

ےۓ بعض صالحین نے اُس زمانے میں یہ مشہور کر دیا تھا کہ
حضرت شیخ زادہ مجدہ کی اس تحریک (مودودیت) پر برہمی اور ناراضگی
صرف اس وجہ سے ہے کہ ان سے وابستہ افراد پر اس کا برا اثر پڑ
رہا ہے۔ اور وہ حضرت شیخ اور تصوف و تقلید سے بیزار ہو کر
ان کے حلقہ ارادت سے نکلتے جارہے ہیں۔

اس سلسلہ میں خود مودودی صاحب کے الفاظ یہ ہیں: "یہ
سارے فتوے اور مضامین اسلئے برسنے شروع ہوئے ہیں کہ جماعت
اسلامی کی بڑھتی ہوئی تحریک سے اپنے حلقہ اثر کے آدمیوں کے ٹوٹنے
کا اندیشہ ان بزرگوں کو لاحق ہو گیا ہے۔ اور ساری فکر انہیں اب
ان ٹوٹنے والوں کو روکنے کی بھی ہے۔

"اس شورش کا مصدر یہی ناکارہ ہے" سے اسی تخیل فاسدہ کی طرف اشارہ ہے

۴۲۔ ناظم صاحب سے مراد حضرت مولانا الحاج عبداللطیف صاحب ہیں۔ موصوف حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کی تحریص و ترغیب پر ۱۳۱۵ھ میں اپنے وطن پور قاضی سے آئے تھے اور مظاہر میں عربی کی ابتدائی کتب سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا تھا۔ ۱۳۲۲ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت پائی۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب استاذ حدیث تھے۔ فراغت کے بعد ۱۳۲۳ھ میں مظاہر علوم میں تقرر ہوا۔ ۱۳۳۳ھ میں پہلی مرتبہ ناظم مدرسہ بنے۔ ۱۳۳۹ھ میں استاذِ حدیث بن کر پہلی مرتبہ بخاری شریف اور ترمذی شریف کا درس دیا۔ ۴۴ھ میں جب حضرت سہارنپوری حجاز مقدس تشریف لے جارہے تھے تو دوبارہ مستقل مدرسہ کے ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔ انتیس ۲۹ سال جانفشانی و تن دہی کے ساتھ مدرسہ کی خدمات انجام دے کر ۲ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ مطابق ۲ اگست ۱۹۵۴ء دوشنبہ کو وفات پائی اور قبرستان حاجی شاہ میں تدفین ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۴۳۔ حضرت مولانا منظور احمد خان صاحب مظاہر علوم کے کبار مدرسین میں سے تھے۔ اوّل سے آخر تک مظاہر علوم میں تعلیم پائی۔ ۱۳۲۸ھ میں فارغ ہوئے۔ اساتذہ کی فہرست میں حضرت سہارنپوری، مولانا عنایت الٰہی صاحب، مولانا ثابت علی صاحب جیسے اعیان شامل ہیں۔ ۱۳۳۰ء میں مظاہر علوم میں بلا تنخواہ معین مدرس بنے۔ درس

و تدریس کے مختلف مراحل و منازل سے گذر کر ۱۳۴۵ھ میں استاذ حدیث مقرر ہوئے اور ۴۶ھ میں دورۂ حدیث کے اسباق آپ کے حوالہ کئے گئے کامل اٹھاون ۵۸ سال مدرسہ کی خدمات انجام دے کر تیئیس جمادی الاول، ۱۳۸۸ھ، انیس اگست ۱۹۶۸ء دو شنبہ کو انتقال ہوا۔ قبرستان حاجی شاہ میں تدفین عمل میں آئی۔

۷۵ . جماعت اسلامی کے سلسلہ میں حضرت شیخ زادہ مجدہ نے اپنے خیالات کا اظہار بہت سے خطوط میں بھی کیا ہے۔ یہ تمام خطوط "مکتوبات شیخ جلد سوم" میں طبع ہو چکے ہیں۔ ان کا مطالعہ بھی قارئین کے لئے مفید ثابت ہوگا۔

۷۶ یہ اشارہ ہے اس گفتگو کی طرف جو خود مظاہر علوم کی چہار دیواری میں ہوئی کہ ایک مدراسی عالم اور جماعت اسلامی کے مشہور امیر حلقہ مولانا صبغۃ اللہ صاحب بختیاری مظاہر میں آئے۔ دورۂ حدیث شریف کے طلبا کو بخاری شریف لئے دیکھا تو فرمایا "کب تک یہ بخاری کے بُت لئے رہو گے۔ میدان میں آؤ۔

یہ مولانا صبغۃ اللہ صاحب بعد میں جماعت سے علیحدہ ہو گئے تھے اور مستقل توبہ نامہ اخبارات میں شائع کرایا تھا۔

۷۷ قاری صاحب کا مصداق مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب مفتی اعظم مظاہر علوم ہیں۔ مفتی صاحب موصوف ۱۳۳۶ھ میں مظاہر میں داخل ہوئے اور کافیہ تہذیب سے اپنی تعلیم شروع کی۔

۱۳۴۱ھ میں فارغ ہوئے ۔ اساتذہ کی فہرست میں حضرت سہارنپوری، مولانا ثابت علی صاحب ، مولانا عنایت الٰہی صاحب، مولانا منظور احمد صاحب جیسے حضرات شامل ہیں۔ ۱۳۴۳ھ میں مظاہر میں استاذ تجوید، ۴۷ھ میں نائب مفتی اور ۱۳۵۲ھ میں مفتی اعظم اور قائم مقام صدر مدرس بنائے گئے ۔ دو صفر المظفر ۱۳۷۷ھ ۔ انتیس اگست ۵۷ء پنجشنبہ کو طویل علالت کے بعد انتقال فرمایا۔

جید الاستعداد اور انتہائی ذکی وفطین علماء میں سے تھے۔ بہت سی کتب کے مصنف ہیں۔ شرہ آفاق کتاب معلم الحجاج مولانا ہی کی تالیف ہے ۔ جو چالیس سال سے مسلسل طبع ہو رہی ہے ۔

اس شورش اور ہنگامہ کے زمانے میں چونکہ قاری صاحب موصوف مظاہر کے با اعتماد مفتی تھے ۔ اور مودودی صاحب کے متعلق مظاہر کا فتویٰ بھی موصوف کے دستخطوں کے ساتھ طبع ہو گیا تھا۔ اس لئے مودودی صاحب بطور خاص ان سے بھی ناراض تھے ۔ چنانچہ کسی سائل کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔!

مفتی سعید احمد صاحب کے فتووں میں تو صریح بددیانتی کی بدترین مثالیں پائی جاتی ہیں۔ جنہیں دیکھ کر گھن آتی ہے ۔

اسی مکتوب میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی۔ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب حضرت مولانا محمد طیب صاحب زاد مجدہٗ ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم، حضرت مولانا محمد ذکریا صاحب

زاد مجدہٗ۔ حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ وغیرہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں"۔

اب یہ حضرات اس مقام سے گزر چکے ہیں جہاں انکو خطاب کرنا مناسب اور مفید ہو۔ سب سے زیادہ افسوس مجھے مفتی کفایت اللہ صاحب پر ہے ...... باقی رہے دوسرے حضرات تو ان کے فتوے پڑھ کر میں نے محسوس کیا کہ جس وقت یہ فتوے لکھے جارہے تھے خدا کا خوف اور آخرت کی جوابدہی کا احساس شاید ان کے قریب بھی موجود نہ تھا"۔

۸ے اس فتوے سے مفتی صاحب کی اپنی تالیف۔ کشفِ حقیقت یعنی تحریک مودودیت اپنے اصلی رنگ میں" مراد ہے۔ وہاں یہ مضمون دیکھ لیا جائے۔ مضمون کا عنوان یہ ہے۔ مودودی صاحب کی کتابوں کے مطالعہ کا اثر۔

۹ے۔ امیر جماعت ہند کا مصداق مولوی ابواللیث صاحب ندوی ہیں

۱۰ے۔ انزلوا الناس منازلھم یعنی لوگوں کو اپنے اپنے درجہ پر اتارو۔ یعنی جس آدمی کی جو حیثیت ہو اسی کے مطابق اُس کے ساتھ معاملہ کرنا چاہیئے۔ (رواہ مسلم والبوداؤد عن عائشہ)

۱۱ے۔ لیس منا من لم یوقر کبیرنا۔ اس مضمون کی بہت سی احادیث مختلف الفاظ کے ساتھ ملتی ہیں۔ یہاں پوری حدیث شریف کا ترجمہ یہ ہے

کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کھائے اور ہمارے علماء کا حق نہ پہچانے۔ رواہ الترمذی عن ابن عمرو۔

۱۲ے حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب زاد مجدہٗ خلیفہ و مجاز حضرت اقدس تھانویؒ مظاہر علوم کے ان باکمال صاحب زہد و ورع اور مجسمۂ صلاح و فلاح فرزندوں میں سے ہیں جن سے نہ صرف مظاہر علوم کی نیک نامی اور وقار میں اضافہ ہوا بلکہ آسمانِ علم پر ایک مزید درخشندہ ستارے کا ظہور ہوا۔

حضرت موصوف کی فراغت مظاہر سے ۱۳۳۴ھ میں ہوئی حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ۔ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب حضرت مولانا عبداللہ صاحب گنگوہی۔ حضرت مولانا ثابت علی صاحب حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب آپ کے اساتذہ میں سرِفہرست ہیں۔ موصوف ۱۳۳۷ھ میں مظاہر کے استاذ بنائے گئے اور درس نظامی کی تقریباً ہر چھوٹی بڑی کتاب پڑھائی۔ ۱۳۶۵ھ میں مظاہر کے نائب ناظم اور ۱۳۷۴ھ میں ناظمِ اعلیٰ بنائے گئے۔ اطال اللہ بقاءہٗ۔

۱۳ے یعنی مدرسہ مظاہر علوم کی دار الحدیث میں اس اعلان کا اجمالی تذکرہ مقدمہ میں دیکھ لیا جائے۔

۱۴ے۔ اس مضمون کا عنوان "ہمارے نظام تعلیم کا بنیادی نقص" ہے

۱۵ اس دوسرے مضمون کا عنوان یہ ہے۔ مسلمانوں کے لئے جدید تعلیمی پالیسی اور لائحہ عمل۔

۱۶ من قال فی القرآن برأیہ ۔ الحدیث۔ یعنی جس شخص نے قرآن شریف میں اپنی عقل سے کچھ کہا پس اس کو چاہیئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ "اپنی عقل سے کچھ کہا" کا مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف کی تفسیر اپنی عقل سے کرلے۔ یہ روایت ترمذی شریف کی ہے۔

۱۷ من قال فی القرآن برایۃ فاصاب فقد اخطاء۔ الحدیث یعنی جس شخص نے قرآن پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور وہ صحیح بھی تھا پھر بھی اس نے خطا کی۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ واقع میں اس کا کہا ہوا حق اور صواب تھا لیکن اپنی رائے سے تفسیر کیئے جانے کی بنا پر وہ خطا کا حکم رکھتا ہے۔ یہ روایت ترمذی اور ابو داؤد کی ہے اور مشکواۃ میں کتاب العلم میں مذکور ہے۔

۱۸ اصلاح ترجمہ نذیریہ ۔ ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی نے قرآن پاک کے ترجمہ میں اکثر مقامات پر ایسی غلطیاں کی ہیں جن سے مسائل شرعیہ اور عقائد اسلامیہ میں دھوکہ ہوتا ہے۔ حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے ایسی تمام اغلاط کی تصحیح اور اصلاح فرمائی تھی جس کو اصلاح ترجمہ نذیریہ کے نام سے شائع کیا گیا۔"

۱۹ اصلاح ترجمہ مرزا حیرت: یہ حضرت تھانوی کا اسی موضوع پر دوسرا رسالہ ہے اس میں مرزا حیرت دہلوی کے ترجمہ میں پیدا شدہ

اغلاط کی تصحیح فرمائی ہے۔ اور ان کی فردِ گذاشتوں پر متنبہ فرمایا ہے۔

۲۰؎ من جھز غازیا فی سبیل اللہ ۔ الحدیث یعنی جس شخص نے جہاد کرنے والے کا سامان درست کیا۔ پس وہ بھی جہاد کرنے والے کا حکم رکھتا ہے۔ اور جو شخص مجاہد کے اہل وعیال کی خیر وخبر رکھے اور ان کا خدمت گذار بنا رہے پس اس نے بھی تحقیق جہاد کیا۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ ایک مجاہد کو ملتا ہے۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی ہے۔

۲۱؎ ان اللہ اشتریٰ من المومنین ۔ الآیہ ۔ ترجمہ اسکا یہ ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔ مطلب یہ ہے کہ ایمانداروں کو ان کے مال اور جان کے بدلہ میں بہشت دیں گے۔" (پارہ یعتذرون رکوع ۲)

۲۲؎ العبادۃ عبارۃ عن الخضوع والتذلل ۔ الخ یعنی عبادت خضوع و تذلل سے عبارت ہے اور اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایسا فعل ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے امر کی تعظیم ہی مقصود ہو مطلب یہ ہے کہ عبادت خضوع و تذلل کا نام ہے۔ جس کا مقصد واحد اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعظیم کرنا ہے۔

۲۳؎ اعلم ان مبنی الشرائع ۔ الخ یعنی شرائع کی بنیاد اللہ کے شعائر کی تعظیم پر ان شعائر کے ذریعہ سے حق تعالیٰ کا قرب حاصل

کرنے پر ہے۔ اور شعائر اللہ میں اہم ترین چیزیں چار ہیں۔ قرآن کریم کعبہ مکرمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور نماز۔

۲۴ العبادة اقصى غاية الخضوع۔ الخ یعنی عبادت انتہائی درجہ کے خضوع کا نام ہے۔ اور شرع میں (عبادت) اس چیز کیلئے متعارف ہے جس کو انتہائی خضوع کی علامت قرار دیا گیا ہو۔ چاہے وہ نماز ہو یا روزہ، جہاد، یا قرأت ہو۔

۲۵ عن عطا قلت لعائشة رضی اللہ عنہا اخبرینی۔ الخ

حضرت عطاؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات سنایئے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بھی بات ایسی نہیں جو عجیب نہ ہو۔ ایک مرتبہ رات کو تشریف لائے۔ میرے بستر پر میرے لحاف میں لیٹ گئے۔ پھر ارشاد فرمایا چھوڑو۔ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں گا یہ کہہ کر تشریف لے گئے وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ لی اور رونا شروع کر دیا۔ یہاں تک آنسو سینہ مبارکہ پر بہنے لگے پھر اسی طرح رکوع میں روتے رہے۔ پھر سجدہ میں اسی طرح روتے رہے۔ یہاں تک کہ ساری رات گزار دی۔ حتیٰ کہ صبح کی نماز کے واسطے حضرت بلالؓ بلانے آگئے۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ آپ تو بخشے بخشائے ہیں پھر اس قدر کیوں روتے ہیں۔؟ ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ پھر فرمایا کیوں نہ رؤوں جب کہ آج مجھ پر یہ

آیات نازل ہوئی ہیں۔۔ الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض، ربنا ماخلقت ھٰذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار پھر فرمایا ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو ان کو پڑھے اور غور وفکر نہ کرے۔

۲۶؎ ما اوحی الی ان اجمع المال الخ یعنی میری طرف یہ وحی نہیں بھیجی گئی کہ میں مال جمع کروں۔ اور تجارت کرنے والوں میں سے بن جاؤں۔ لیکن ہاں اسکی وحی ضرور کی گئی ہے کہ میں اپنے پروردگار کی حمد کی تسبیح کروں اور سجدہ کرنے والوں میں سے بن جاؤں۔ یہانتک کہ مجھ کو موت آجائے۔ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق میں موجود ہے۔

۲۷؎۔ یا ابن آدم تفرغ لعبادتی املاء صدرک الخ یعنی اے ابن آدم تو میری عبادت کے لئے فارغ ہوجائیں تیرے سینے کو بے فکری سے بھردوں گا۔ اور تیرے فقروفاقہ کو دور کردونگا۔ اور اگر تو ایسا نہ کرے یعنی میری عبادت کے لئے فارغ نہ ہوا تو پھر ضرور تو اور دنیا کے مشاغل میں تجھ کو پھنسادوں گا۔ اور تیرا فقروفاقہ بند نہیں کروں گا۔

(کذا فی الجامع الصغیر بروایۃ احمد والترمذی وابن ماجۃ)

۲۸؎ ذکر رجل عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ایسے شخص کی عبادت کا تذکرہ آیا جو گناہوں سے زیادہ نہیں بچتا تھا۔ اور ایک دوسرے شخص کی عبادت کا تذکرہ اس کی پرہیزگاری کے ساتھ ساتھ آیا۔ تو آپ نے فرمایا

کہ دونوں کی عبادت کو برابر نہ کرو۔ اور نہ ایک درجہ پر رکھو۔

(رواہ الترمذی)

۲۹؎ واخرج الشیخان عن انس قال جاء ثلاثۃ رھط الخ

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی تحقیق کے سلسلہ میں تین شخص آپ کے گھر والوں کے پاس آئے۔ جب ان کو آپ کی عبادت کا حال بتلایا گیا تو آپس میں کہنے لگے کہ بھلا ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ عبادات میں کہاں کر سکتے ہیں۔ بالخصوص جب کہ آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کردیئے گئے۔ پھر ان میں سے ایک نے تمام رات نماز میں مشغول رہنے کا عہد کیا۔ دوسرے نے روزے رکھنے کا اور تیسرے نے نکاح نہ کرنے کا عہد کرلیا۔ اتنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا کیا تم نے ایسی ایسی بات کہی ہے؟ خدا کی قسم میں تمہارے مقابلہ میں خدا سے بہت ڈرتا ہوں۔ اور تم سے زیادہ متقی ہوں۔ لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں۔ افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں سوتا بھی ہوں۔ اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔

پس جس شخص نے میرے طریقہ سے اعراض اور انکار کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

فائدہ: یہ تین صحابی حضرت علیؓ۔ حضرت عثمانؓ بن مظعون اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ تھے۔ یہ حدیث بخاری شریف اور مسلم شریف

میں مذکور ہے۔

۳۰؎ عن ابی سعید قال رجل ای الناس افضل۔ الخ

حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کونسا آدمی افضل ہے؟ ارشاد فرمایا وہ مومن افضل ہے جو اپنی جان اور مال سے خدا کے راستہ میں جہاد کرے۔ عرض کیا گیا اس کے بعد کون افضل ہے؟ فرمایا وہ آدمی جو سب سے الگ ہو کر کسی گھاٹی میں چلا جائے اور وہاں جاکر اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہو جائے۔

۳۱؎ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ الآیۃ۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے۔ اور اس کے سوا جتنے اور گنہگار ہیں تو جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھیراتا ہے وہ بڑے جرم کا مرتکب ہوا۔ (والمحصنت (رکوع ۳)

۳۲؎ خلطوا عملا صالحا۔ الآیۃ پوری آیۃ شریفہ کا ترجمہ یہ ہے۔ کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے مقر ہو گئے، جنہوں نے ملے جلے عمل کئے تھے، کچھ بھلے اور کچھ برے۔ اللہ سے امید ہے کہ ان پر توجہ فرمادیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔ (پارہ یعتذرون ع ا۲۔

۳۳؎ ثم اورثنا الکتاب۔ الآیۃ یعنی پھر یہ کتاب ہم نے ان لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے تمام دنیا کے بندوں

سیں سے پسند فرمایا۔ پھر بعض تو اُن میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور ان میں بعض متوسط درجہ کے ہیں۔ اور بعض ان میں خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کیئے چلے جاتے ہیں یہ بڑا فضل ہے۔ (سیپارہ ومن یقنت رکوع ۱۵)

۳۴ے انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی ھذہ الخ

آیت اور شنا الکتاب کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ سب ایک ہی درجہ میں ہیں اور سب کے سب جنتی ہیں۔

۳۵ے اس نام کا مصداق عنایت اللہ مشرقی ہیں۔ جو خاکسار جماعت کے بانی اور امیر تھے۔ کفریہ عقائد، ملحدانہ اقوال، اور مغربی تخیلات سے ان کی زندگی بہت بڑی حد تک ملوث تھی۔ ۱۹۳۱ء میں جب خاکسار تحریک کا آغاز کیا تو اس کے لیئے اپنا لٹریچر بھی تیار کیا۔ تذکرہ، اشارات، قول فیصل، خطاب، مقالات، مولوی کا غلط مذہب، یہ سب مشرقی کی تالیفات ہیں۔ اور سب میں اپنے باطل نظریات اور خیالات کی تبلیغ کی گئی ہے۔ بیلچہ اس جماعت کا اپنا مخصوص نشان تھا۔ جس کے متعلق مشرقی کا کہنا تھا کہ ہم ہزار گنا قوت اور قرآنی سند کے ساتھ کہتے ہیں کہ آج بیلچے کے بغیر کوئی مسلمان، مسلمان نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

۱۹۴۰ء میں یہ تحریک ختم ہونی شروع ہوئی اور ۱۹۴۵ء تک تقریباً ہر جگہ سے نیست و نابود ہوگئی۔ اسکے بعد مشرقی پاکستان

چلے گئے۔ اور ایک عرصہ تک گمنام زندگی گذار کر راہی ملک بقا ہو گئے۔

۳۶ے من آمن باللہ ورسولہ ۔الخ یعنی جو شخص اللہ پر اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور نماز کو قائم کیا اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ پر از روئے فضل وکرم کے لازم ہے کہ اپنے وعدہ کے مطابق اس کو جنت میں داخل کریں۔ جہاد کرے اللہ کے راستہ میں یا اپنے وطن میں بیٹھا رہے جہاں پیدا ہوا تھا۔ یعنی چاہے نہ جہاد کرے نہ ہجرت کرے مگر اللہ پر اس کے رسول پر ایمان رکھے۔ نماز اور رمضان کے روزوں کا اہتمام کرے تو یہ چیز بھی اسکے حق میں کافی ہے۔

۳۷ے فأوا الی الکهف ینشر لکم الآیۃ پوری آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے۔ اور جب تم ان لوگوں سے الگ ہو گئے ہو اور ان کے معبودوں سے بھی مگر اللہ سے۔ تو تم غار میں چل کر پناہ لو۔ تم پر تمہارا رب اپنی رحمت پھیلا دے گا۔ اور تمہارے لئے تمہارے اس کام میں کامیابی کا سامان درست کر دے گا۔

(پارہ سبحان الذی رکوع نمبر ۱۳۔ ترجمہ از حضرت اقدس تھانوی)

۳۸ے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یبد والی ھذہ التلاع حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (نبوت .... ملنے کے بعد بھی تخلیہ کی غرض سے) ان ٹیلوں اور پہاڑیوں پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔

۳۹ے یعجب ربك من راعی غنم۔ الخ یعنی آپ کا رب اس بکریاں چرانے والے پر تعجب کرتا ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر رہ کر اذان دیتا ہو اور نماز پڑھتا ہو۔ پس اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے مخاطب ہو کر) فرماتے ہیں کہ دیکھو میرے اس بندہ کو کہ اذان کہتا ہے۔ اقامت کہتا ہے۔ نماز پڑھتا ہے اور مجھ سے ڈرتا ہے۔ پس میں نے اپنے بندہ کی مغفرت کردی ہے۔ اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

۴۰ے یوشك ان یکون خیر مال المسلم۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ زمانہ قریب ہے جب کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی۔ کہ وہ ان کو پہاڑ کی چوٹی پر بارش کی جگہ لے جائے اور ان کے دودھ پر گذر اوقات کرلے اور اپنے دین کو محفوظ رکھنے کی نیت سے بھاگ کر پہاڑ پر رہنے لگے۔" (رواہ البخاری)

۴۱ے اذا القیت فی حثالة من الناس۔ الخ

حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اے ابن عمرو اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تم نااہل لوگوں کے درمیان چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ان کے عہدوپیمان اور امانتیں سب بیکار ہوں گی۔ اور وہ آپس میں اس طرح اختلاف کریں گے جیسے انگلیاں ایک دوسرے میں اختلاف کرتے ہوئے گھس جاتی ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ ایسے موقعہ پر میرے لئے کیا ارشاد ہے؟ فرمایا اس چیز کو پکڑ لینا جس کو تم حق سمجھو۔

اور اس چیز سے الگ ہو جانا جس کو ناحق سمجھو۔ اور لوگوں کے خیالات میں مت پڑنا اور عوام سے الگ رہنا۔

۴۲؎ اذا رایت شحا مطاعا الخ حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ایسے بخیل لوگوں کو دیکھو کہ ان کی فرمانبرداری کی جارہی ہے اور خواہشات نفس کا اتباع کیا جارہا ہے۔ اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جارہی ہے۔ اور جب تم یہ دیکھو کہ ہر عقل و مذہب والا آدمی (کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجماع امت اور ائمہ کے اقوال کو چھوڑ کر) اپنی عقل اور مذہب کو اچھا جان رہا ہے۔ اور علماء کی طرف رجوع ترک کر کے اپنے نفس کو مفتی بنارہا ہے۔ پس ان حالات میں اپنی ذات کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے گناہوں کو نگاہ میں رکھو اور عوام سے الگ ہو جاؤ اور ان سے تعرض مت کرو۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

۴۳؎ مولانا اعزاز علی صاحب مراد آباد کے مضافات میں ایک مشہور قصبہ امروہہ کے رہنے والے تھے۔ ۱۳۰۰ھ میں آپ کی پیدائش مشہور شہر بدایوں میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم متفرق مقامات پر متفرق اساتذہ سے حاصل کر کے دار العلوم دیوبند پہنچے اور مولانا حافظ احمد صاحب مہتمم دار العلوم سے ہدایہ اولین۔ مولانا محمد سہول صاحب بھاگلپوری سے میر قطبی اور دیگر اساتذۂ دار العلوم

سے دوسری کتابیں پڑھیں۔ یہاں سلسلۂ تعلیم جاری ہوئے ایک سال بھی مکمل نہ ہوا تھا کہ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب کے فرمان پر میرٹھ کی مشہور درسگاہ "مدرسہ قومی" خیر نگر میں داخلہ لیا۔ یہاں پر آپ نے مولانا عاشق الٰہی صاحب سے اصول و عروض کی بعض کتابیں اور مولانا عبدالمؤمن صاحب سے عقائد منقولات اور فلسفہ کی اکثر و بیشتر کتابیں پڑھنے کے بعد صحاح ستہ میں سے بخاری شریف کے سوا سب کتابیں ختم کیں۔ اس کے بعد دیوبند تشریف لے گئے اور حضرت اقدس شیخ الہند سے صحیح بخاری، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد کے علاوہ ہدایہ اخیرین، بیضاوی، توضیح تلویح پڑھی، مشق افتاء حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب کے پاس رہ کر کی۔ فراغت کے بعد ..... مدرسہ نعمانیہ بھاگلپور اور افضل المدارس شاہ جہاں پور میں ایک عرصہ تک درس دینے کے بعد ۱۳۳۰ھ میں دارالعلوم دیوبند میں تشریف لائے اور ابتدائی مدرس مقرر کیے گئے۔ تقریباً نو سال بعد مولانا حافظ احمد صاحب کی معیت میں حیدر آباد چلے گئے۔

حیدر آباد سے دیوبند واپس ہوئے اور آخر حیات تک دارالعلوم کی گوناگوں اور مختلف خدمات انجام دیتے رہے۔ اور یہیں تیرہ رجب المرجب ۱۳۷۴ھ بروز چہار شنبہ بوقت صبح انتقال فرمایا۔ اور دارالعلوم کے متصل قطعہ پاکیزہ گان میں تدفین ہوئی۔

رَحِمَہُ اللّٰہُ تعالیٰ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً ۔ ماخوذ از تذکرۃ اعزاز وغیرہ

۴۴ے بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ (الحدیث)

حدیث پاک پورے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ سب سے پہلے کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کی گواہی دینا۔ اسکے بعد نماز کا قائم کرنا۔ زکواۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ متفق علیہ۔

۴۵ے عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ اَعْرَابِیًّا الخ حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ارے بھلے مانس ہجرت کی شان تو بہت بڑی ہے۔ تیرے پاس کچھ اونٹ بھی ہیں، سائل نے عرض کیا کہ جی ہیں! فرمایا کہ ان کی زکواۃ بھی دیتے ہو عرض کیا دیتا ہوں۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ تو سمندر پار رہ کر عمل خیر کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ تیرے عمل کے ثواب میں سے کچھ کم نہیں کرینگے۔

۴۶ے عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ الخ اس حدیث کی تشریح حاشیہ نمبر ۳۶ پر گذر چکی۔

۴۷ے لَا یَزَالُ عَبْدٌ یَّتَقَرَّبُ الخ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے

کہ بندہ نفلی عبادتوں کی وجہ سے میرے ساتھ تقرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں بھی اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔ پھر میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اور آنکھ بن جاتا ہوں۔ جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب بندہ عبادات کی وجہ سے حق تعالیٰ کا قرب حاصل کرلیتا ہے تو حق تعالیٰ ...... اس کے اعضاء کے محافظ بن جاتے ہیں۔ اور آنکھ کا وغیرہ سب اس کی مرضی کے تابع بن جاتے ہیں۔

۴۸ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝ الآیۃ۔ اور جو راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدے اور قیام میں لگے رہتے ہیں۔ یعنی جب رات کو غافل لوگ نیند اور آرام کے مزے لوٹتے ہیں۔ تو یہ خدا کی عبادت کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ رات کی نماز کی تخصیص اس کے افضل ہونے کی وجہ سے ہے۔" (پارہ وقال الذین رکوع نمبر ۳)"

۴۹ اَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ ۔ یعنی اگر جنت میں جانے کی اور میرے ساتھ مرافقت کی خواہش رکھتے ہو تو خواہش نفسانی کے خلاف رہ کر کثرت سجود (یعنی کثرت صلوٰۃ) سے میری مدد کرو

۵۰ عَنْ مَّعْدَانَ لَقِيْتُ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ۔ حضرت معدان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ثوبان

(جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ تھے) سے ملاقات کی تو پوچھا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلاؤ جو مجھے جنت میں لے جائے۔ یا یہ کہا کہ ایسا عمل بتلاؤ جو اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہو۔ وہ خاموش رہے۔ میں نے پھر سوال کیا پھر خاموش رہے۔ جب میں نے تیسری مرتبہ دریافت کیا تو جواب دیا کہ میں نے خود بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات دریافت کی تھی۔ تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا: عَلَیْکَ بِکَثْرَۃِ السُّجُوْدِ ۔ یعنی نماز کی کثرت کا اہتمام کرو۔

۵۱ اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَکَرَنِیْ الخ ارشاد خداوندی ہے کہ میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں۔ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور میرے ذکر سے اسکے ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔ اور تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہنی چاہیئے۔"

۵۲ . اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللہِ ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ تمام اعمال میں اللہ کے نزدیک کونسا عمل زیادہ محبوب ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو اس حال میں مرے کہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔ یعنی بکثرت ذکر اللہ کرنے والا ہو اور اسی حالت میں انتقال ہو۔

۵۳ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ الخ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین ہو۔ اور تمہارے مالک کے نزدیک

سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنے والی ہو۔ اور سونے چاندی کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر ہو۔ اور جہاد میں تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو قتل کریں۔ اس سے بھی بڑھی ہوئی ہو۔ صحابہ نے عرض کیا ضرور بتلایئے ارشاد فرمایا وہ اللہ کا ذکر ہے۔" اخرجہ احمد والترمذی وابن ماجہ۔

۵۴۔ مَنْ عَجَزَ مِنْکُمْ عَنِ اللَّیْلِ الخ ارشاد فرمایا کہ جو تم میں راتوں کو محنت کرنے سے عاجز ہو اور بخل کی وجہ سے مال بھی خرچ نہ کرتا ہو (یعنی نفلی صدقات نہ دے سکتا ہو) اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں شرکت نہ کر سکتا ہو اس کو چاہیئے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔" (رواہ الطبرانی والبیہقی)

۵۵۔ عَلَیْکَ بِتِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ الخ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ وصیت کرنے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ تقویٰ کا اہتمام کرو کہ یہ تمام امور کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا اس کے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرمائیں تو فرمایا قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام کیا کرو کہ یہ دنیا میں نور ہے اور آخرت میں تمہارے لئے ذخیرہ ہوگا۔" رواہ ابن حبان۔

۵۶۔ لَاحَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ۔ ارشاد نبوی ہے کہ حسد دو شخصوں کے علاوہ کسی اور پر

کرنا جائز نہیں۔ ایک وہ جس کو حق تعالیٰ شانہ نے قرآن پاک کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس کو پڑھتا ہے۔ دوسرے وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال کی کثرت عطا فرمائی۔ اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہے۔ اس حدیث میں حسد سے مراد غبطہ یعنی رشک ہے۔

۵۷ـ قَالَ حُذَيْفَةُ فَقَامَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ الخ

حضرت حذیفہؓ ایک طویل روایت نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "عمران بن حصین کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے پاس کیا علامت ہے جس کے ذریعہ ہم حضرت مہدی کو پہچان لیں؟ فرمایا کہ وہ ایک آدمی میری اولاد میں سے ہوگا۔ گویا کہ وہ نبی اسرائیل کے آدمیوں میں سے ہے اور ان کے اوپر دو قطوانی چادریں ہونگی اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اللہ کے لیئے خشوع کرنے والا ہے جیسا کہ یسرد اپنے دونوں بازو سے خشوع کرتا ہے اور اس پر دو قطوانی چادریں ہوں گی۔ اور ابونعیم کی روایت ابوامامہ سے مرفوعاً یہ ہے کہ مہدی میری اولاد میں سے ہوگا۔ اور چالیس سال ان کی عمر ہوگی۔ ان کا چہرہ چمکدار ستارہ کی طرح ہوگا۔ اور ان کے رخسار میں سیاہ تل ہوگا اور ان پر دو قطوانی چادریں ہوں گی۔

۵۸ـ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ الْمَهْدِيُّ الخ

ابونعیم کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

حضرت مہدی کا ظہور اس حال میں ہوگا کہ ان کے سر پر عمامہ بندھا ہوا ہوگا

۵۹ے۔ فَيُبَايِعُوْنَهٗ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ الخ یعنی علماء علامات کے ذریعہ امام مہدی کو پہچان کر ان سے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ان کے ہاتھ پر بیعت ہوں گے۔"

۶۰ے۔ يَخْرُجُ الْاَبْدَالُ مِنَ الشَّامِ الخ شام سے ابدال جیسے حضرات نکلیں گے۔ اور مصر سے نجباء اور اہل مشرق سے عصائب اور ان جیسے لوگ نکلیں گے۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ آئیں گے۔ اور رکن و مقام کے درمیان ان سے بیعت ہوں گے۔"

۶۱ے فَاِذَا جَاءُوْهَا نَزَلُوْا فَلَمْ يُقَاتِلُوْا بِسِلَاحٍ الخ یعنی جب امام مہدی مع اپنے لشکر کے پہنچیں گے تو نہ ہتھیاروں سے قتال کریں گے نہ تیر چلائیں گے بلکہ لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر کہیں گے جس سے اس کی ایک جانب گر جائے گی۔ پھر دوسری مرتبہ کہیں گے تو دوسری جانب گر جائے گی۔ پھر تیسری مرتبہ جب کہیں گے تو ان کے لئے راستہ کھل جائے گا۔ اور وہ اندر داخل ہو جائیں گے۔

۶۲ے اِذَا رَاٰهُ عَدُوُّ اللّٰهِ الخ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور ان کے کفر و شرک کو مٹانے کے سلسلہ میں ایک طویل حدیث مسلم شریف میں ہے۔ جس کا ایک ٹکڑا اذا راہ عدو اللہ ہے۔ یعنی دجال جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو اس طرح گھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھلتا ہے۔

۶۳ؔ۔ لَا یَحِلُّ لِکَافِرٍ یَّجِدُ رِیْحَ نَفَسِہٖ اِلَّا مَاتَ الخ یعنی کوئی کافر ایسا باقی نہیں رہے گا جو ان کے سانس کو پائے اور زندہ رہ جائے فوراً مرجائے گا۔

۶۴ؔ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ الآیۃ۔ پوری آیۃ کریمہ کا ترجمہ یہ ہے۔" خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی عورتیں ہوئیں۔ بیٹے ہوئے۔ لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے اور چاندی کے نمبر لگے ہوئے گھوڑے ہوئے۔ مویشی ہوئے اور زراعت ہوئی۔ یہ سب استعمالی چیزیں ہیں۔ دینوی زندگانی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

مطلب آیت شریفہ کا یہ ہے کہ ابدی فلاح ان چیزوں سے حاصل نہیں ہوتی۔ ان سے تو دنیا میں صرف چند روز رہ کر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ دونوں جہاں کی اگر کامیابی چاہتے ہو تو خدا کی خوشنودی اور اس کا قرب حاصل کرنے کی فکر کرو"۔

(پارہ تلک الرسل، سورۃ آل عمران رکوع نمبر ۹)

۶۵ؔ۔ وَمَا ھٰذِہِ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَھْوٌ وَّلَعِبٌ الخ یعنی دنیا کی زندگی سوائے کھیل کود کے اور کچھ نہیں ہے

۶۶ؔ وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِہٖ الآیۃ اور ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لئے متمتع کر رکھا ہے کہ وہ

دنیاوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے رب کا عطیہ بدرجہا بہتر ہے اور دیرپا ہے۔ (پارہ قال الم اقل لک سورہ طہ۔ رکوع نمبر ١٧)

٦٧ے۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ الاٰیۃ اور جو شخص دنیا میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو حرام کی خواہش سے روکا ہوگا سو جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا۔

(پارہ عم سورۃ والنزعت رکوع نمبر ٢)

٦٨ے اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ الخ یعنی دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔ (رواہ مالک ومسلم والترمذی عن ابی ہریرۃ۔)

اس مضمون کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ مثلاً اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَالْقَبْرُ اَمْنُہٗ۔ اور اِنَّ الدُّنْیَا جَنَّۃُ الْکَافِرِ وَالْقَبْرُ عَذَابُہٗ وَالنَّارُ مَصِیْرُہٗ وغیرہ وغیرہ (دیکھئے کشف الخفار للعجلونی)

٦٩ے اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَسَنَتُہٗ الخ یعنی دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور اسکے حق میں قحط ہے۔ اور جب دنیا سے جدا ہوتا ہے تو قید اور قحط سے چھٹکارا پالیتا ہے۔

٧٠ے حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّہَوَاتِ الخ فرمایا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دوزخ کی آگ ڈھانپ دی گئی شہوتوں اور لذتوں کے ساتھ۔ اور ڈھانپ دی گئی ہے جنت سختیوں اور مشقتوں کے ساتھ متفق علیہ۔

لے مِمَّا اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِّنْ بَعْدِیْ الخ ارشاد نبوی ہے کہ ان چیزوں میں سے جن کا اضافہ تم پر میرے بعد ہوگا۔ دنیا کی زیب و زینت بھی ہے جو تم پر کھول دی جائے گی۔

۲لے وَاللّٰہِ لَا الْفَقْرَ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ الخ یعنی بخدا مجھے تم پر فقر کا خوف نہیں۔ لیکن ہاں اس بات کا خوف ضرور ہے کہ دنیا تم پر پھیلادی جائے۔ جیسے کہ تم سے پہلے آنے والوں پر پھیلادی گئی تھی اور پھر تم دنیا پر ایسا ہی تنافس کرنے لگو جیسے پہلے لوگوں نے کیا تھا اور پھر وہ تم کو اسی طرح ہلاک کرڈالے جیسے کہ پہلے لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔

۳لے حُبُّ الدُّنْیَا رَاْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ الخ یعنی دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے

۴لے ھَلْ مِنْ اَحَدٍ یَّمْشِیْ عَلَی الْمَاءِ الخ یعنی کیا کوئی آدمی ایسا ہے کہ وہ پانی پر چلے اور اس کے پیر نہ بھیگیں؟ صحابہ نے عرض کیا ایسا تو کوئی نہیں۔ (بلکہ ضرور انکے قدم تر ہوں گے) ارشاد فرمایا کہ صاحب دنیا کا بھی یہی حال ہے کہ گناہوں سے محفوظ نہیں رہے گا۔ (یعنی گناہوں میں ضرور مبتلا ہوگا۔)

۵لے اِیَّاکَ وَالتَّنَعُّمَ یعنی اپنے آپ کو ناز و نعم کی زندگی سے بچاؤ۔ اسلئے کہ اللہ کے بندے ناز و نعم میں زندگی گزارنے والے نہیں ہوتے۔

۴۷۶ ۔ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی زاد مجدہٗ اپنے اس طویل مضمون میں (جو بعد میں " جماعت اسلامی سے مجلس مشاورت تک" کے نام سے مولانا قمرالدین صاحب کی جانب سے کتابی شکل میں مرتب ہو کر طبع ہوا) تحریر فرماتے ہیں کہ :-

ایک طویل عرصہ تک جماعت اسلامی کے بارے میں میرا موقف یہ رہا کہ میں اس کے کام اور اسکے نتائج میں خیر کا پہلو غالب سمجھتا تھا۔ لیکن میرے ایک صاحب علم اور صاحب صلاح دوست جن کا جماعت اسلامی کے بارے میں بالکل وہی خیال اور موقف تھا جو اس عاجز کا تھا۔ ایک دن لکھنؤ تشریف لائے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ جماعتِ اسلامی کے بارے میں آپ کی جو رائے تھی کیا اب بھی وہی ہے، یا اسمیں اب کچھ تبدیلی ہوئی ہے؟ میں نے ان کو بتایا کہ میں تو اپنی اسی جگہ ہوں انہوں نے کہا کہ اب تک تو میرا خیال بھی وہی رہا۔ لیکن اب جیسے جیسے وقت آگے بڑھتا ہے یہ محسوس ہوتا جاتا ہے کہ شر اور مضرت کا پہلو اتنا ہلکا اور مغلوب نہیں ہے جتنا ہم سمجھتے رہے ہیں۔ اس واسطے میرے لئے تو یہ کہنا اب مشکل ہے کہ اس میں خیر غالب ہے۔ میں نے ان سے اس کی تفصیل چاہی۔ تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے یہاں

جماعت اسلامی کی دعوت سے متاثر جو حلقہ ہے جو مجھ
سے بھی زیادہ بعید نہیں ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں
کہ رفتہ رفتہ ان سب کا ذہن یہ بنتا جا رہا ہے کہ دین
کو اور دین کے تقاضوں کو اگلوں نے صحیح نہیں سمجھا۔
اب بس مودودی صاحب نے صحیح سمجھا ہے اور جو
جماعت سے جتنا زیادہ متاثر ہوتا ہے وہ اس خیال
میں اتنا ہی راسخ اور پکا ہوجاتا ہے۔ اور ظاہر ہے
کہ فہم دین کے بارے میں سلف سے بے اعتمادی ساری
گمراہیوں اور سارے فتنوں کی جڑ ہے۔

میں نے ان سے عرض کیا کہ اگر بات ایسی ہی ہے
جیسی آپ فرمارہے ہیں۔ اور یہ ذہنیت جماعت سے
تعلق رکھنے والے حلقوں میں اب عام ہورہی ہے تو پھر
اس میں شبہ نہیں کہ یہ بہت بڑا شر ہے اور ایسا شر ہے
کہ اس کے مقابلہ میں اس خیر میں کوئی وزن باقی نہیں
رہتا جس کی ہم اب تک قدر کرتے رہے ہیں۔ جماعت
میں اس خیال کا عام ہونا تو بڑی خطرناک چیز ہے۔

اس کے بعد میں نے اپنے ذرائع سے یہ جاننے کی
کوشش کی کہ کیا واقعی یہ ذہنیت جماعت سے تعلق
رکھنے والے حلقہ میں بڑھ رہی ہے۔ اور عام ہورہی ہے؟

تو جو کچھ معلومات مجھے حاصل ہوئیں وہ ان صاحب کی تائید ہی کرتی تھیں ۔

اس علم و اندازہ کے بعد سے میں نے جماعت کے بارے میں خیر کے پہلو کو غالب کہنا چھوڑ دیا۔ ممکن ہے بعض لوگ اس ذہنیت کی خطرناکی کو پوری طرح نہ سمجھ سکتے ہوں اور اسلئے وہ اسے معمولی سی اور ہلکی بات سمجھیں۔ لیکن جس کے سامنے اس امت کے گمراہ فرقوں اور گمراہ افراد کی تاریخ ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ فہم دین کے بارے میں سلف سے اعتماد اٹھ جانیکے بعد کوئی حصار باقی نہیں رہتا۔ پھر آدمی پرویز بھی بن سکتا ہے ۔ برقی بھی بن سکتا ہے اور ان سے آگے بھی جا سکتا ہے ۔ ہر گمراہی کی پہلی بنیاد یہی ہوتی ہے کہ آدمی کا اعتماد دین کے فہم کے بارے میں سلف سے اٹھ جائے بہرحال اس واقعہ کو قریباً ڈھائی تین برس ہوئے ہوں گے ۔ اس وقت سے جماعت اسلامی کے بارے میری رائے میں یہ تبدیلی آئی ۔ اور جماعت اسلامی کی طرف سے مدافعت کا جو رویہ تھا وہ ختم ہوگیا ۔ اور ذہن نے دوسری طرح سوچنا شروع کردیا ۔

(جماعتِ اسلامی سے مجلس مشاورت تک ص ۲۶ د تھوڑے سے تغیر کیساتھ)

اس طویل اقتباس کو نقل کر کے حاشیہ نگار اپنے قارئین پر یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اب سے پچیس سال قبل جو خطرہ حضرت شیخ زادمجدہ کے لئے علم الیقین کے درجہ میں آگیا تھا اور بعینہ وہی چیز بعد میں آنے والوں کے لئے عین الیقین بنی تو اب اس کے لئے حق الیقین تک پہنچنے میں کیا چیز رکاوٹ بن جائے گی؟ ظاہر ہے کہ کوئی چیز مانع نہیں بنے گی۔

۷۷ھ ۔ مسئلہ قومیت :۔ حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہ نے دہلی کے ایک جلسہ میں جو تحریک آزادی کے سلسلہ میں بارہ ہندراو پر ہو رہا تھا۔ دوران تقریر یہ فرمایا کہ قومیں اوطان سے بنتی ہیں تقریر کے اس جملہ کے معنی اور مفہوم کو بدل کر کوتاہ بین لوگ اور کم ترین طبقہ نے وہ مخالفت کی کہ زمین و آسمان ایک کر کے رکھ اخبارات و رسائل میں وہ لغو اور فضول بحثیں لکھی گئیں کہ کسی حساس مسلمان کو ان کو پڑھنا دوبھر تھا۔ حضرت کی ذات پر بھی نہایت رکیک حملے کئے گئے۔ مودودی صاحب نے بھی اس پر ایک مستقل رسالہ لکھنے کی ضرورت شدت سے محسوس کی، اور بزعم خود وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کر دیا۔

۷۸ھ نَفْسِیْ تَأْبَی التَّقْلِیْدَ الخ یعنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میری طبیعت تقلید سے بالکل ہی انکار کرتی تھی، لیکن میرے نفس کے خلاف بطور تعبد کے مجھ سے اس کو طلب کیا گیا ہے

مطلب یہ ہے کہ میرے تقاضائے نفس کے خلاف مجھے اسپر مجبور کیا گیا کہ تقلید تو کرنی ہی پڑے گی ۔

۷۹ؔ وَاِنْ جَمَّعَ الْاِمَامُ وَهُوَ مُسَافِرٌ الخ امام مالک موطا میں قری کی دو قسمیں کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ اگر امام بحالت سفر کسی ایسے گاؤں میں جہاں جمعہ واجب نہ ہو جمعہ کی نماز پڑھے تو امام اور گاؤں والوں کا نیز ان دوسرے لوگوں کا جو وہاں کے رہنے والے نہ ہوں ۔ جمعہ درست نہیں ہوگا۔ یعنی اگر امام ایسی جگہ جمعہ قائم کرنا چاہے تو اس کو اس کا حق نہیں ہے ۔

۸۰ؔ وَقَدْ تَلَقَّتِ الْاُمَّةُ تَلَقِّيًا مَّعْنَوِيًّا الخ - یعنی امت نے تو ارث معنوی کے طور پر بغیر تلقی لفظ کے اس پر اتفاق کر لیا ہے کہ جمعہ میں جماعت اور ایک نوع کا تمدن شرط ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء رضی اللہ عنہم اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ شہروں میں جمعہ قائم کیا کرتے تھے ۔ اور بدویوں سے اس کا مواخذہ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان حضرات کے زمانے میں تو بدویوں میں جمعہ قائم بھی نہیں کیا جاتا تھا۔ پس اس سے متواتر اور متوارث طریقہ پر سب نے یہی سمجھا کہ جمعہ کے لئے جماعت اور تمدن شرط ہے ۔

۸۱ؔ اِتَّفَقَ فُقَهَاءُ الْاَمْصَارِ الخ یعنی تمام مقالات کے فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ جمعہ مخصوص ہے ایسے مقام کے ساتھ کہ اسکے علاوہ

کسی اور جگہ جائز نہیں۔ کیونکہ علمار کا اس بات پر اجماع ہے کہ جمعہ صحرا اور پانی کے گھاٹ پر جائز نہیں ہے۔ انتہی (اوجز المسالک)

خیمے اور ڈیرے والوں پر اور خانہ بدوش لوگوں پر جمعہ واجب نہیں ہے اور ان کا جمعہ ادا کرنا صحیح بھی نہیں۔ کیونکہ خیمے عام طور سے وطن بنانے کے لیے قائم نہیں کئے جاتے۔ اور اسی وجہ سے مدینہ طیبہ کے اطراف میں قبائل عرب جمعہ قائم نہیں کرتے تھے۔ اور ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم بھی نہیں فرمایا تھا۔ اور اگر ایسا ہوتا تو یہ چیز مخفی نہ رہتی۔ اور اس کی کثرت اور عموم بلوی کے ساتھ ساتھ اس کی نقل کو ترک نہ کیا جاتا۔

۸۲؎ كَانَ النَّاسُ يَتَنَابُوْنَ یعنی لوگ باری باری جمعہ کیلئے اپنے گھروں اور عوالی سے آیا کرتے تھے۔ یعنی ہر شخص ہمیشہ نہیں آتا تھا۔ بلکہ کبھی کوئی آگیا اور کبھی کوئی اور۔

۸۳؎ لَوْكَانَ وَاجِبًا عَلٰى اَهْلِ الْعَوَالِيْ۔ یعنی جمعہ اگر اہل عوالی پر واجب نہ ہوتا تو یہ لوگ باری باری نہ آتے بلکہ سب کے سب حاضر ہوتے اور نماز جمعہ ادا کرتے۔

۸۴؎ وَكَانَ فِيْ قَصْرِهِ الخ یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ جب اپنے مکان میں رہتے تو کبھی جمعہ کے لئے آتے اور کبھی نہیں آتے تھے۔ کیونکہ ان کا مکان شہر سے باہر فاصلہ پر تھا۔

(الحمد للہ آج ۲۵ جمادی الاول ۹۵ھ یوم جمعہ کو یہ حواشی مکمل ہوئے" محمد شاہد غفرلہ

ملنے کے پتے

مکتبہ دارالعلوم۔ کراچی نمبر ۱۴

مکتبہ اسحاقیہ۔ جونا مارکیٹ۔ کراچی۔

مکتبہ عباسیہ۔ جونا مارکیٹ۔ کراچی۔

مکتبہ عزیزیہ۔ جونا مارکیٹ۔ کراچی۔

دارالاشاعت۔ مولوی مسافر خانہ۔ کراچی۔

مکتبہ تھانوی۔ بندر روڈ۔ کراچی۔

تاج کمپنی۔ بندر روڈ۔ کراچی۔

مدینہ پبلشنگ کمپنی۔ بندر روڈ۔ کراچی۔

کتب خانہ مظہری۔ ناظم آباد۔ کراچی

مکتبہ حمادیہ۔ ڈرگ کالونی ۳ کراچی ۲۵

مکتبہ اصلاح و تبلیغ۔ ہیرآباد۔ حیدرآباد۔

ادارۂ اسلامیات۔ انارکلی لاہور۔

ان کے علاوہ اپنے شہر کے ہر کتب فروش سے لے سکتے ہیں۔